صیانة القرآن عن الاستهزاء والبهتان

المسمٰی بہ

مسئلہ

طلاق ثلثہ

جس میں طلاق ثلثہ اور مسئلہ حلالہ پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے
کہ قرآنِ مجید کی آیات سے استہزاء کرنا مسلمانوں کا کام نہیں

افادات

مفکر اسلام محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ومعہ

احسن الاثاث فی بیان الطلاق الثلاث

ازقلم

حافظ محمد اقبال رنگونی

ادارہ اشاعت الاسلام
IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM
26 BLACKBURN STREET OLD TRAFFORD
MANCHESTER M16 9LJ ENGLAND
0161 232 9851 - 0771 315 5565

صيانة القرآن عن الاستهزاء والبهتان

المسمّٰی ب

مسئلہ

طلاق ثلثہ

جس میں طلاق ثلثہ اور مسئلہ حلالہ پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات سے استہزاء کرنا مسلمانوں کا کام نہیں

افادات

مفکر اسلام محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ومعہ

احسن الاثاث فی بیان الطلاق الثلاث

از قلم

حافظ محمد اقبال رنگونی

اداره اشاعت الاسلام

IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM
26 BLACKBURN STREET OLD TRAFFORD
MANCHESTER M16 9LJ ENGLAND
0161 232 9851 - 0771 315 5565

نام کتاب	احسن الاثاث فی علم الطلاق الثلاث
تالیف	حافظ محمد اقبال رنگونی (مدیر الہلال، مانچسٹر)
صفحات	۱۶۸
کمپوزنگ	حافظ محمد اقبال صاحب
تزئین	محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ، اردو بازار، لاہور
سن اشاعت	۲۰۲۲ء
تعداد	۱۱۰۰
ناشر	ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر (برطانیہ)

{برطانیہ میں ملنے کا پتہ}

☆.... IDARA ISHA`ATUL ISLAM
26.Blackburn Street Oldtrafford Manchester
M16 9LJ (U.K) Tel: 0044.161 232 9851

{پاکستان میں ملنے کے پتے}

☆.... محمود پبلی کیشنز اسلامک ٹرسٹ L.G.20، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر:0302-4284770، ــ04237321526

☆.... جامعہ ابوہریرہ...برانچ آفس خالق آباد نوشہرہ۔ ک پی کے۔
فون نمبر:092-3630237

☆.... صدیقی ٹرسٹ...المنظر اپارٹمنٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی

فہرست

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلَي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰي ..... أَمَّا بَعْدُ!

پیش نظر کتاب مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون پر مشتمل ہے جو آپ نے برطانیہ کے اردو اخبار روزنامہ جنگ لندن میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔روزنامہ کے مضمون نگار کا اصل مقصد لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا کرنا تھا کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ ایک ہی شمار کی جائے گی تین نہیں۔ اور اس کی بیوی ان تین طلاقوں کے باوجود اس کی بیوی ہی رہے گی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔

مضمون نگار نے اپنے موقف پر دو دلیلیں پیش کیں (۱) حضرت رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ (۲) اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت۔ اور ان دنوں دلیلوں سے وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ تین طلاقیں تین نہیں ایک ہی ہوتی ہے اور جو لوگ تین طلاقوں کو تین کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔

مضمون نگار کی یہ دونوں دلیلیں کوئی پہلی دفعہ سامنے نہیں آئیں کہ اسے دیکھتے اہل علم وفضل یکدم پریشان ہو کر اجتہاد کرنے بیٹھ جائیں اور طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر پھر نئے سرے سے غور کریں اور چودہ سو سالوں سے امت کے علماء اور فقہاء جس موقف پر پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہیں اسے بیک قلم مسترد کر کے تین طلاقوں کے ایک ہونے پر یک زبان ہو جائیں تا کہ یورپ کے آزادانہ ماحول میں گھروں کو ٹوٹنے سے بچایا جائے اور تین طلاقیں دینے کے باوجود مطلقہ بیوی اسی شوہر کے ساتھ رہے۔

مضمون نگار نے اس کے ساتھ ہی ایک بھڑکتے عنوان کے ساتھ ہی مسئلہ حلالہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ پر کہ آپ نے روزنامہ کے اس بزعم خود دانشور مضمون نگار کے اس مضمون کا جائزہ لیا اور مسئلہ طلاق ثلاثہ کے ساتھ ساتھ مسئلہ حلالہ کو بھی موضوع بحث بنا کر روزنامہ میں شائع ہونے والے اس مضمون کی حقیقت کھول دی۔ بالخصوص صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جس طرح آپ نے علمی اور تاریخی تجزیہ فرمایا ہے یہ لائق مطالعہ ہے اس سے یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ جو لوگ صحیح مسلم کی روایت سے تین طلاقوں کو ایک بتلاتے ہیں اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین اور دیگر صاحب فتاوی اجلہ صحابہ کس طرح تین طلاقوں کے تین ہونے کا فتوی دیتے؟ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ تین طلاقیں تین نہیں ایک ہیں؟ یا پھر وہ سب کے سب کسی غلط فہمی کا شکار تھے؟ یا پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی شریعت میں ترمیم و تبدیل کرنے پر اتر آئے تھے؟ پھر یہ بھی نہیں کہ وہ قساوت قلبی کے مریض تھے اور ان کے جذبات بھی کبھی بھڑکتے پھڑکتے نہ تھے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ اللہ کے نیک بندے اور پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تلامذہ تھے وہ بھی اپنے بدن میں ایک ڈھڑکتا دل رکھتے تھے انہیں بھی معلوم تھا کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کے خاندان اور اولاد پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟ مگر قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ کی اپنی زندگی کے واقعات شاہد ہیں کہ شریعت کے احکام و مسائل کے بیان میں انہوں نے کبھی جذبات کو غالب نہیں آنے دیا اور کہیں ٹکراؤ کی صورت بھی پیدا ہوئی تو انہوں نے ہمیشہ اپنے جذبات مغلوب کئے شریعت کو غالب رکھنے میں کسی پہلو سے کمی کوتاہی نہیں کی۔ اگر خاندانی معاملات اور حدود و قصاص وغیر ہم کے احکام خواہشات اور جذبات کی روشنی میں طے کئے جائیں تو پھر ایمان داری سے بتلائیں کیا شریعت پر عمل کرنا ممکن ہو سکے گا؟

راقم الحروف ایک مرتبہ ایک مجلس میں شریک تھا وہاں کچھ بزعم خود دانشور اور تعلیم یافتہ ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں شاید قرآن کی کوئی آیت بھی صحیح پڑھنی نہ آتی ہو اور نہ حدیث کی کوئی عربی عبارت کے الفاظ وہ پڑھ سکتے ہوں مگر یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ ان کی بحث کا موضوع بیس تراویح تھا اور اس میں وہ بار بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات کو نشانہ بنا رہے تھے کہ دیکھو حضور نے آٹھ تراویح پڑھی تھیں یہ حضرت عمر ہیں جنہوں نے صحابہ سے بیس پڑھوائیں اسی طرح انہوں نے کچھ اور بھی باتیں نئی پیدا کیں جو دور اول میں موجود نہ تھی جیسے تین طلاقوں کے تین قرار دینے کی بدعت بھی تو انہی کے زمانے میں شروع ہوئی تھی اور حضرت عمر نے خود بھی اپنے بعض کاموں کو بدعت کہا ہے تو پھر ہم سنت کی بجائے بدعت کیوں اختیار کریں اور لوگوں کا گھر خراب کیوں کریں۔ اس سے واضح ہوتا تھا کہ یہ لوگ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاموں پر بدعت کا لیبل لگا رہے تھے تو وہ لغوی معنوں میں نہیں شرعی معنوں میں اسے بدعت کہہ رہے تھے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اس وقت تو راقم الحروف نے ان سے جو کہا سو کہا مگر یقین مانئے کہ ان کی باتیں سن کر راقم الحروف کو سخت دکھ ہوا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اتنے بے باکی سے کھلے عام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی اور ایک خلیفہ راشد کو بدعتی کہتے کوئی حیاء محسوس نہیں کرتے کاش کہ وہ کم از کم اتنا تو سوچ لیتے کہ اگر ایک خلیفہ راشد نہ صرف یہ کہ بدعت کا مرتکب بلکہ موجد ہے اور پھر اس بدعت کا ارتکاب کرنے والے اور اس کے کاموں کی پیروی کرنے والے بھی ہزارہا صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ مجتہدین مفسرین محدثین متکلمین علماء فقہاء صلحاء اور دیگر اہل علم و فضل بھی بدعت کے مرتکب اور بدعتی ہیں تو بتلایئے پھر ہم دین اور اس کے احکام و مسائل کہاں سے لیں اور کس طرح ان پر عمل کریں۔

ہمارے نزدیک جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے بعض کاموں پر بدعت اور

بدعتی کہہ کر عام مسلمانوں کو ان سے بدگمان کرنا چاہتے ہیں وہی بدعتی ہیں۔ صحابہ کرام کو بدعتی کہنے والا کس طرح اہل سنت میں سے سمجھا جاسکتا ہے؟ حضرت الاستاذ مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر اپنی علمی اور اصلاحی مجالس میں یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بدعت کے موضوع سے خارج ہیں ان کو بدعتی کہنے والا خود بدعتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنی یہ بات اپنی تحریر میں بھی لے آئے ہیں تاکہ کوئی بدنصیب کسی نادانی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بدعتی کہنے سے بچ جائے۔ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ہر وہ قول و فعل جو صحابہ سے منقول نہیں بدعت ہے سو یہ حضرات خود بدعت کا موضوع نہیں ہوسکتے ان کے کسی عمل پر بدعت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فِي كُلِّ فِعْلٍ وَقَوْلٍ لم يثبت عن الصحابة رضي الله عنهم هُوَ بِدْعَةٌ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُونَا إِلَيْهِ(1)

"دین کے بارے میں کوئی قول اور فعل جو صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔"

صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (۳۶ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا تَعَبَّدُوهَا(2)

"دین کا ہر وہ عمل جسے صحابہ نے دین نہیں سمجھا اسے تم بھی دین نہ سمجھنا۔"

جب دین انہی سے ملتا ہے تو ان حضرات کی تعظیم اس امت میں حق کی اساس

---

(1) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۶۔

(2) الاعتصام ص ۵۴ للشاطبی۔

ہو گی، انہی سے قافلہ امت آگے بڑھا ہے اور پوری امت جمعہ اور عید کے ہر خطبہ میں ان کی ثنا خوانی کرتی آئی ہے۔ یہ حضرات حضور ﷺ کے ایسے وفادار رہے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔

اہل حق ہمیشہ سے صحابہ کی عظمتوں کے گرد پہرہ دیتے آئے ہیں جہاں کسی نے شک کا کوئی کانٹا لگایا اہل حق نے ان کے تزکیہ کی کھلی شہادت دی جہاں کہیں تبرا کی آواز اٹھی اہل حق تولا (محبت ومودت) کی دعوت سے آگے بڑھے اور نفاق کے بت ایک ایک کر کے گرا دئے۔

جماعت اہلحدیث کے مقتدر بزرگ مولانا عبداللہ ررو پڑی بھی لکھتے ہیں:

"اقوال صحابہ کے ساتھ استدلال کرنا ٹھیٹھ اسلام میں داخل ہے"(1)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"صحابی کے اس قول کو اجتہاد واستنباط کی قسم سے ہو اس کو قرآن وحدیث سے الگ سمجھنا بلکہ قرآن وحدیث میں داخل سمجھنا چاہئے۔۔ صحابہ آپ کے طرز عمل کو دیکھتے تھے اور آپ کے کنایہ اور اشارے کو خوب سمجھتے تھے اور جتنی باتیں مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہیں ان سے خوب سمجھتے تھے اور جتنی باتیں مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہیں ان سے خوب واقف تھے اور بعد کے لوگ ان باتون سے محروم ہیں اس لئے پچھلوں کے اجتہاد پر صحابہ کے اقوال کو مقدم کرنا ضروری ہے اور صحابہ چونکہ ان باتوں میں برابر ہیں اس لئے ان کے اقوال آپس میں ایک دوسرے کو ماننے لازم نہیں۔"(2)

"سو یہ حضرات کسی پہلو سے بھی بدعت کا موضوع نہیں ہیں ان پر لب کشائی کرنا اور زبان کھولنا خود بدعت ہے علم کلام کے مقتدر عالم علامہ ابو شکور

---

(1) ضمیمہ رسالہ اہلحدیث ص ۲۔

(2) ضمیمہ رسالہ اہلحدیث ص ۷۔ ص ۸

السالمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بدعت کے پانچ انداز ہیں... (اس میں سے ایک) صحابہ پر رائے زنی کرنا۔"[1]

جب ان حضرات پر کلام کرنا خود بدعت ہے تو یہ خود بدعت کا موضوع کیسے ہوسکتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"پس ہرچہ خلفائے راشدین بداں حکم کردہ باشند... اطلاق بدعت بر آں نتواں کرد"[2]

"پس خلفائے راشدین نے جو جو احکام دئے بدعت کا اطلاق ان میں سے کسی پر نہیں کیا جاسکتا۔"[3]

فما حكموا به ولو باجتهادهم فهو سنة موافق لسنته -صلى الله عليه وسلم-، ولا يطلق عليه البدعة كما يفعله الفرقة الزائغة[4]

آپ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"بدعت شرعی کی حد تو صحابہ کے بعد سے شروع ہوئی ہے وہ خود بدعت کا موضوع کیسے بن سکتے ہیں ان کا اپنا قول و عمل خود امت کے لئے حجت ہے اسے اگر چھوڑا جاسکتا ہے تو کسی دوسرے صحابہ کے قول و عمل سے تمسک کرتے ہوئے۔ اپنے طور پر اسے چھوڑنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔"[5]

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

"صحابہ اگر آسمان ہدایت کے ستارے نہ ہوتے تو شریعت ان کے ان دینی

(1) التمہید ص ۱۸۹۔

(2) اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۱۳۰۔

(3) عبقات من باب الاستفسارات ج۱ ص ۳۱

(4) لمعات التنقیح ج۱ ص ۴۸۶۔

(5) ایضاً ص ۲۱۳۔

کاموں کو جو کہ قرآن کریم اور حضور ﷺ کی سنت میں نہیں ملتے بدعت ٹھہراتی اس کے خلاف بدعت کی تعریف یہ کی گئی صحابہ نے اسے دینی کام سمجھ کر نہ کیا ہو... اس سے بھی یہی پتہ چلا کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد شروع ہوتی ہے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر وہ عمل جسے انہوں نے نیکی سمجھ کر اختیار کیا وہ سنت سے کشید سمجھا جائے نہ کہ بدعت ۔ قطر کے شیخ احمد ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی کھلے بندوں لکھتے ہیں:

"خلفائے راشدین کے افعال بدعت نہیں ہیں... نماز تراویح باجماعت کی تحسین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے کی تھی کہ تمام صحابہ نے اجماعی طور پر اس کی تحسین کی تھی اور متفقہ طور پر سب نے اس کو عمل صالح قرار دیا تھا اس کا تعلق بدعات سے نہیں ہے... جن باتوں پر صحابہ کا اجماع ہو وہ حجت ہیں اور حضرت ابو بکر کی تدوین قرآن پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اسی طرح (جمعہ کے دن کی) اذان عثانی پر بھی۔"(1)

"اس سے یہ بات اور کھل گئی کہ اسلام میں صحابہ کے اعمال نہ صرف اعمال صالحہ ہیں بلکہ انہیں بایں طور کہ شعائر اسلام کا درجہ بھی حاصل ہے کہ وہ سبیل المؤمنین ہیں اور ان کی راہ سے ہٹنا اور ان کے عمل سے کنارہ کشی کرنا اپنے آپ کو جہنم میں لے جانے کی ایک تحریک ہے گو وہ حدیث رسول کے نام سے ہی کیوں نہ چلائی گئی ہو۔"(2)

جو لوگ صحابہ کرام بالخصوص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کاموں اور فیصلوں کو بدعت کا مصداق قرار دے کر آپ کو بدعتی لوگوں کی صف میں کھڑا کرتے ہیں یقین مانئے وہ امت کے تسلسل کو توڑنا چاہتے ہیں کہ یہ امت شروع سے لے

---

(1) بدعات کا شرعی پوسٹ مارٹم ص ۱۷٦۔

(2) عبقات ج ۲ ص ٦۸۔

کر اب تک ایک تسلسل کے ساتھ نہ چلنے پائے ان کے تسلسل کو اس طرح توڑنے کی کوشش کی جائے کہ کئی مفسد ذہن اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

تسلسل امت کو توڑنے کی ایک تحریک اس وقت شروع ہوئی جب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف لوگوں کا یہ پراپیگنڈہ شروع ہوا کہ یہ لوگ خلفائے راشدین تو کجا یہ تو مسلمان ہی نہ تھے اور پھر اس کے لئے جھوٹ در جھوٹ بولے گئے اور ایک دوسری تحریک اس دور آخر میں شروع ہوئی جب مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے بے گانہ کرنے اور ان کے دینی اور شرعی کاموں اور فیصلوں کی مخالفت پر ابھارا گیا۔ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ صراط مستقیم کی طلب اور دریافت کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ اس امت کی سب سے بڑی آفت بھی یہی ہو گی کہ صحابہ کرام کو جس طرح بھی بن پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ظاہر کیا جائے اور صراط مستقیم امت کے تسلسل سے نہیں اسے صرف ایک علمی صورت میں ذہن میں رکھا جائے جس کے تصور کے ساتھ تصدیق کی کوئی وصف نہ بچھی ہو اسے راہ صرف ایک مجازی معنی میں کہا جائے اور حقیقت میں یہ کوئی صراط (راہ) نہ ہو جس پر پہلے چلنے والے چلے اور بعد میں آنے والے ان کے نقش پا سے اپنے قدم ملائیں امت کا یہ تسلسل دشمنان اسلام صورت میں نہ دیکھنا چاہتے تھے سو انہوں نے مسلمانوں میں ایسی گروہ بندیاں قائم کیں کہ صحابہ کرام وتابعین عظام کو نظر انداز کر کے امت کو براہ راست کتاب وسنت کا نعرہ دے دیا جائے اور یہ ایک مسلسل دین نہ رہے نہ صراط مستقیم جس پر اللہ کے انعام یافتہ لوگ پہلے سے چلے آرہے ہیں ہوں اور یہ امت جب اپنے آپ سے بیگانہ ہو جائے گی تو اس کی مشترکہ آواز نہ رہے گی اور ان کی سیاسی ریاستیں بھی کئی ہوں گے اور علمی راہیں بھی کئی ہوں گی اور ہر گروہ کتاب وسنت کے معصوم نعرے سے اپنی

پوری خرافات امت کی جھولی میں ڈال دے گا۔"[1]

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ "تسلسل امت کو توڑنے کی دو بڑی تحریکیں" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"ایک تحریک صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ظاہر کرنے کے اس عنوان سے چلی کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین نہ تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قرآن کریم کو خلاف ترتیب جمع کرانا غلط تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پورا رمضان امت کو تراویح پر جمع کرنا اور قرآن کو ختم کرنا غلط تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کریم کو ایک لغت قریش پر بند کرنا غلط تھا۔ یہ تینوں باتیں قرآن کے عنوان سے سامنے لائی گئیں اور جو امت ان خلفائے راشدین کی پیروی میں چلی اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹی ایک دوسری لائن پر چلتا قرار دیا گیا یہ تسلسل امت کو توڑنے کی پہلی بڑی تحریک تھی اس کی روک تھام کے لئے مسلسل اسلام کے راہرو اسی عنوان سے آگے بڑھے کہ اسلام کے علمی ماخذ چار ہیں (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع امت (۴) اجتہاد) جس کے سایہ تلے ایک دوسرے کے علمی اختلافات کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے)

تسلسل امت کو توڑنے کی دوسری تحریک ہندوستان میں انگریزی عہد میں تحریک اہلحدیث کے نام سے چلی انہوں نے اصول اسلام چار کے بجائے دو بتلانے کا عنوان اختیار کیا اور اجماع امت کو اور غیر منصوص مسائل میں مجتہد کی پیروی کو درمیان سے نکال دیا یہ لوگ ہر جگہ صرف کتاب و سنت کے عنوان سے دعوت کا کام کرنے لگے اور اجتہاد کی راہ سے کشید کئے گئے اسلام (فقہ) کا یکسر انکار ہونے لگا۔

حاصل ان دونوں تحریکوں کا ایک ہی تھا کہ تسلسل امت باقی نہ رہے پہلی

---

(1) عبقات ج ۲ ص ۵۸۔

تحریک کے لوگ صحابہ کرام کے خلاف بڑی بدتمیزی سے اٹھے اور ان کے چھوٹے بھائی دوسری تحریک صحابہ سے گو صراحتاً کٹے ان کے خلاف نہ اٹھے نہ ان کے ایمان واخلاص کو انہوں نے چیلنج کیا تاہم یہ صحیح ہے کہ یہ چھوٹے بھائی بھی تسلسل امت میں ان کے ساتھ نہ رہے۔

ان دونوں تحریکوں میں صرف ان چار باتوں میں عملی اشتراک رہا تسلسل امت سے دونوں برابر نکلے

(۱) ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں (۲) فوت شدہ عالم کی تقلید جائز نہیں تقلید صرف زندہ علماء کی ہی کی جاسکتی ہے (۳) رمضان میں حضور ﷺ نے تراویح کے طور پر کوئی زائد عبادت نہیں کی صرف تہجد کو مقدم کیا جسے پہلے پچھلے پہر آپ پڑھتے تھے (۴) سنت کے نام سے اپنا مسلکی امتیاز نہ رہنے دیا جائے نہ جماعت سے وابستگی رہے۔

ان دونوں گروہوں کے برعکس اہل سنت والجماعت نے اسلام کی ایک جرنیلی سڑک صراط مستقیم کو اختیار کیا وہ ایک عقیدہ رکھتے ہیں وہ حنفی ہوں یا مالکی شافعی ہوں یا حنبلی سب اہل سنت والجماعت ہیں ایک مسلسل اسلام کے قائل ہیں ان کے ہاں یہ چار رستے ہیں چار فرقے نہیں اور رستے بھی اس حد تک ہیں جس حد تک صحابہ اپنے دور میں کئی مختلف راہوں پر رہے اور وہ اس اختلاف کو رحمت سمجھتے رہے وہ اسے مصیبت نہ جانتے تھے۔[1]

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تین ہونا بھی شروع سے اب تک اسی طرح چلا آرہا ہے اور اس باب میں اجماع امت کا تسلسل کہیں نہیں ٹوٹا درمیان کی کسی صدی میں اگر ایک دو نے اس سے اختلاف کیا تو بعد کے محدثین نے اسے یکسر مسترد کر دیا۔

(..... وقد انکرہ علیہم من عاصرھم غایۃ الانکار- قالہ

(۱) عبقات ج ۲ ص ۵۹۔

الحافظ ابن رجب)

اور امت اس باب میں اپنے تسلسل میں آگے بڑھتی رہی اور اہل سنت والجماعت کے ہاں اس مسئلے نے کبھی گروہی اور مسلکی صورت (سوائے شیعہ کے) اختیار نہیں کی لیکن جب چودھویں صدی میں ایک نئے فرقہ نے گروہی اور مسلکی طور پر جہاں اور بہت سے اجماعی مسائل میں ایک نئی راہ چلے اور ان مسائل کو اپنی نئی شناخت دی تو اہل سنت نے واضح کردیا کہ ان کا یہ طرز عمل تسلسل امت سے کٹنے کا باعث ہوگا مگر افسوس کہ اہل سنت کی مخلصانہ باتوں پر کوئی توجہ نہ دی گئی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ ایک ایک کرکے بہت سے مسائل میں اس تسلسل سے کٹتے چلے گئے اور اب وہ اپنی ایک نئی شناخت کے ساتھ اہل سنت کے مسائل واحکام سے علیحدہ کھڑے ہیں۔ جن میں سے ایک مسئلہ طلاق بھی ہے جس پر حضرت الاستاذ نے پیش نظر کتاب میں عالمانہ گفتگو کی ہے اور انہیں قرآن کریم احادیث اجماع صحابہ اور اکابرین امت کے حوالے سے پھر ایک مرتبہ امت کے تسلسل میں رہنے پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

حضرت الاستاذ کی خواہش تھی کہ آپ کا یہ مضمون پاکستان کے کسی علمی رسالہ میں چھپ جائے اور پھر اسی کی کتابت سے ماہنامہ الہلال میں شائع ہوجائے لیکن مشکل یہ تھی کہ مسودہ پوری طرح مرتب نہ تھا اکثر مقامات پر کتابوں کے حوالے درج کرنے باقی تھے اور انتظار تھا کہ کتابیں آجائیں تو وہ حوالے درج کرکے یہ مضمون ارسال کردیا جائے۔ اس دوران اچانک آپ کا سفر پاکستان طے ہوگیا اور جب راقم الحروف سفر سے قبل ملاقات کے لئے پہنچا اور مضمون کے بارے میں دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں اسے اپنے ساتھ پاکستان لے جارہا ہوں وہیں اس کو مکمل کرلوں گا اور کتابت کے لئے دے دوں گا ہاں اگر آپ اس غیر مرتب شکل کی نقل رکھنا چاہتے ہیں تو فوراً کہیں سے اس کی کاپی کرالیں چنانچہ راقم الحروف نے فوراً اس کی نقل لے لی اور پھر حضرت دوسرے دن سفر پر روانہ ہوگئے۔

گزشتہ دنوں جب راقم الحروف کے رفیق عزیز محترم مولانا محمد ثقلین جاوید نے حکم دیا کہ نوے کی دہائی میں راقم الحروف کا طلاق ثلاثہ کے عنوان پر ایک مضمون "الہلال" میں شائع ہوا تھا تو آپ اس پر نظر ثانی کر کے الہلال کی آئندہ کسی اشاعت میں شائع کر دیں تو عوام کو فائدہ ہو گا اور اس وقت جبکہ ہمارے کئی لوگوں میں بھی یہ غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے اور انٹرنیٹ اور فیس بک کے ذریعہ عام مسلمانوں کو حدیث کے نام پر گمراہ کیا جارہا ہے کہ تین طلاقیں تین نہیں ایک ہوتی ہیں تو ضرورت ہے کہ پھر ایک مرتبہ مسئلے کا صحیح حکم واضح کیا جائے اور صحیح مسلم کی روایت کی حقیقت کھولی جائے تو راقم الحروف کا ذہن فوراً حضرت الاستاذ کے اس مضمون کی طرف چلا گیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے راقم الحروف نے رفیق محترم سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے سنا کہ حضرت علامہ صاحب کا اس طرح کا کوئی مضمون پاکستان میں شائع ہوا ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے اور اگر کہیں شائع ہوا ہے وہ کہاں اور کب شائع ہوا ہے؟ یہ پتہ کرنا چاہئے چنانچہ ہم نے بعض دوستوں سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہمیں مایوسی ہوئی اور کسی کی جانب سے کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔ تو پھر راقم الحروف نے جب اپنے پرانے کاغذات میں اس مضمون کو تلاش کیا تو یہ دیکھ کر حد درجہ خوشی حاصل ہوئی کہ حضرت کے اس مضمون کی کاپی اسی غیر مرتب شکل میں موجود ہے راقم الحروف نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی دیگر مصروفیات ترک کر کے اس مضمون کی کمپوزنگ شروع کر دی اور جہاں کہیں عربی عبارتوں کی جگہ خالی تھی وہاں عبارات درج کیں جہاں حوالوں کے صفحات نمبر نہ تھے وہاں صفحات اور جلد نمبر لگادئے اور اب یہ مضمون آپ کی خدمت میں پیش ہے امید ہے کہ اہل علم دوست اس کی قدر کریں گے اور اس سے علمی استفادہ حاصل کریں گے۔

جب رفیق محترم کو معلوم ہوا کہ حضرت الاستاذ کا یہ مضمون تیار ہو رہا ہے اور

اسے طبع کیا جاسکتا ہے تو موصوف نے پھر ایک مرتبہ راقم الحروف کے اس مضمون کی یاد دہانی کرادی جو ماہنامہ الہلال مانچسٹر کے اگست اور ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا چنانچہ موصوف کے اصرار اور خواہش پر راقم الحروف کا یہ مضمون بھی نظر ثانی اور ترمیم واضافہ کے بعد اس امید پر اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے کہ ہمارے وہ دوست جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے اور مسئلہ حلالہ میں کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی زبان چلتی ہے اور قلم جس بے باکی سے بھڑکتے ہیں وہ اس پر غور کریں اور اس غلط فہمی کو دور کریں اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے ذہن کو بدگمانی اور اپنی زبان کو گند آلود ہونے سے بچائیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی اور بدزبانی اہل سنت مسلمانوں کے ہاں ہمیشہ سے جرم سمجھی گئی ہے اس لئے کہ روافض اور خوارج کا یہ شعار اور مذہب ہے۔ استغفر اللہ العظیم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو اپنے خاص مقربین میں سے بنائے اور آپ کی علمی اور دینی خدمات کو تا صبح قیامت قبولیت و مقبولیت سے مشرف فرمائے۔ اور راقم کی اس محنت کو نافع اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

فقط.. محتاج دعا۔ محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

صِيَانَةُ الْقُرْآنِ عَنِ الْاِسْتِهْزَاءِ وَالْبُهْتَانِ

افادات: مفکر اسلام محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ..... أَمَّا بَعْدُ!

قرآن پاک میں جلد بازی میں تین طلاق دینے والوں کو اس عمل سے ڈرایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اب وہ مطلقہ اس کے نکاح میں کبھی نہ جاسکے گی جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس تحلیل کے لیے پورا عمل نکاح ضروری ہے اسلام میں صرف دو طلاق تک مرد صاحب اختیار رہتا ہے۔ قرآن کریم میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ[1] اب تیسری طلاق دینے میں جلد بازی نہ کی جائے اس کے انجام سے ڈرایا گیا کہ اب وہ بدوں حلالہ اس کے نکاح میں پھر نہ آسکے گی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے دور خلافت میں پیرایہ طلاق یہ تھا کہ ایک طلاق دی جائے اور دوران عدت رجوع نہ کرکے مدت پورا ہونے پر اسے اپنے سے آزاد کردیا جائے اس میں طلاق دینے والے کو کبھی کسی ندامت اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔ پھر جب لوگ طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے اور پے در پے طلاق دینے لگے تو اب وہ اس رعایت کے مستحق نہ رہے کہ ان کا دوسری اور تیسری طلاق دینا صرف پہلی طلاق کا تکرار سمجھا جائے دوسری تیسری طلاق کا انشاء نہ جانا جائے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے اعلان فرمایا کہ تتابع طلاق میں طلاق دینے والے کو اس کے لفظوں پر بند کیا جائے گا اور اس

(1) پارہ:۲، سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۹۔

طرح ایک مجلس میں تین طلاق دینے والا پھر اس مطلقہ سے رجوع نہ کر سکے گا۔ قرآن پاک میں پہلے سے یہ بات کھول دی گئی تھی۔

یہ انسان کی زندگی کا ایک پردے کا مسئلہ ہے اسلام چونکہ ایک کامل دین ہے۔ اس لیے اس میں پردے کے مسائل پر بھی آسانی رہنمائی ہونی چاہیے لیکن اگر ان مسائل کو عوام میں اچھالا جائے اور عام نوجوانوں میں انہیں مسالے لگا لگا کر بیان کیا جائے اور حلالہ کی ضرورت کو ایک مذاق اور استہزاء کے پیرائے میں لایا جائے تو ظاہر ہے کہ استہزاء اور بے حیائی کے یہ چھینٹے بہت دور تک اڑیں گے اور بالآخر وہ قرآن پر گریں گے کہ اس میں صریح لفظوں میں حلالہ کی اہمیت مذکور ہے اور پھر اگر غیر مسلموں میں یہ بات اٹھے کہ تین طلاق کے بعد حلالہ کی ضرورت قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے تو پھر کیا اس سے عزتِ قرآن پاک مجروح نہ ہوگی؟ اب وہ کون مسلمان ہوگا جو یورپ کے اس بھٹکے ماحول میں اپنے دل میں اس درد کی ٹیس محسوس نہ کرے؟

افسوس کہ روزنامہ جنگ لندن کی ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۳ء کی اشاعت میں ایک نادان نے اس مسئلہ کو اس شہ سرخی سے دو قسطوں میں اچھالا دوسری قسط ۱۹ اکتوبر کو اس میں شائع کی گئی اس سرخی پر غور کریں کہ ان الفاظ میں جب یہ صدا پورے یورپ میں ایک روزنامہ کے کھلے صفحہ پر لگے تو کیا اس بات کی تہ میں جانے والے غیر مسلم قرآن پاک کی پارہ:۲، سورۃ البقرہ کی آیت:۲۳۰ کو غلط طور پر نہ اچھالیں گے؟ اب آپ وہ شہ سرخی ملاحظہ کریں جس میں قرآن کریم کے اس مسئلہ سے کھلا استہزاء کیا گیا ہے اور حلالہ کو عصمت دری کے شرمناک معنی پہنائے گئے ہیں۔

"حلالہ کی چھری اور مسلمان بیٹیوں کی عصمت"

پھر اس نادان مضمون نگار نے اس میں یہاں تک لکھ دیا ہے:

"ہم ان جگہوں کے نام بھی بتا دیں جہاں باقاعدہ حلالہ کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں جہاں باقاعدہ افراد ہیں۔ جو حلالہ کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے

کے لیے ہر وقت شکار کی تاڑ میں رہتے ہیں۔"

فقہ جعفری کے ایک اور ہمنوا طلعت حسین فخری کا قرآن کریم کے مسئلہ حلالہ پر یہ استہزائی انداز بھی ملاحظہ ہو۔ یہ روزنامہ جنگ لندن کی ۲۱ ستمبر کی اشاعت ہے۔ اسے اس کے صفحہ یورپ میں دیا گیا ہے:

"برمنگھم (نمائندہ جنگ) معروف دانشور اور اقوام متحدہ میں ایفروایشین فورم کے سابق مندوب طلعت حسین فخری نے کہا ہے کہ اخبارات میں ایک خاتون اور مرد کے دوبارہ نکاح سے قبل صرف خاتون کا حلالہ نکالنے کی بحث نہایت تکلیف دہ اور انسانی تہذیب و وقار کی بدترین تذلیل اور انسانی انصاف اور خاص طور پر خواتین کے حقوق کی شدید خلاف ورزی اور افسوسناک بات ہے کہ مرد اگر اپنی کسی کوتاہی یا غلطی کے سبب خاتون کو طلاق طلاق کہہ کر اسے فارغ کر دے اور بعد جب اسے اپنی غلطی اور زیادتی کا احساس ہو جائے اور وہ خاتون سے دوبارہ شادی رچانا چاہے تو اس کی سزا بھی حلالہ کی شکل میں خاتون کو ہی دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس قانون یا مذہبی ضابطے کا تعلق اسلام یا مذہبی طریقہ کار سے ہے تو علماء کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں اجتہاد کریں اور ایسے قوانین کو موجودہ مہذب اور انسانی آزادی اور حریت کے اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لاکھوں بچوں اور بچیوں کو شاید اب تک حلالہ کے بارے میں مناسب اور مکمل معلومات نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ حلالہ دراصل اس عرب معاشرے کا تصور ہے جہاں عورت کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کی طرح عورت کو بھی یکساں طور پر آزاد، محترم اور خود مختار پیدا کیا ہے۔ لیکن ہمارے محترم علمائے کرام آج بھی جزیرہ نما عرب کے اس آقا و غلام کے استحصالی اور انسانی آزادی اور حرمیت کی پامالی کی غلط اقدار

اور اندازِ فکر کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ برمنگھم کونسل میں کام کرنے والی ایک خاتون نے کہا ہے کہ وہ ہفتہ میں ۶ دن کام کرتی ہیں اپنے شوہر اور تین بچوں کی کفالت بھی کرتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ خدانخواستہ میرا شوہر مجھے طلاق دے دے تو آرام سے گھر بیٹھ سکتی ہوں یا زہر کھا سکتی ہوں۔ خود کو آگ لگا سکتی ہوں لیکن حلالہ جیسی توہین آمیز اور غلیظ حرکت پر زور دینے والوں کا کلیجہ چبا سکتی ہوں، ایسا نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ جو گردنیں ہلا ہلا کر حلالوں پر زور دیتے ہیں اور حلالہ سینٹروں میں ناخواندہ مجبور اور مظلوم خواتین کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ایسے لوگوں کا محاسبہ ہونا چاہیے اور برطانوی اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہروں کو مذہب کے نام پر بے عزت اور رسوا کرنے والوں کے خلاف بھی کارروائی کریں۔ برمنگھم میں پروفیشنل اور سوشل ڈیولپمنٹ کے ایک گروپ کی تین خواتین رہنماؤں نے جنگ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ سورہ بقرہ میں اس سلسلے میں دی گئی ہدایات یا احکامات اپنی جگہ پر لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیگر کئی احکامات کی طرح اس معاملے میں بھی لوگ غلط طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں اور قرآنی احکامات کی آڑ میں کچھ لوگ خواتین کو یوز یا ابیوز کر لیتے ہیں تو کیا زندگی کی تمام حقیقتیں اور سچائی ایسے لوگوں کی وجہ سے قربان کر دینی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ اس ایشو پر جاہل اور عیار مفاد پرستوں کی بجائے دین کا مکمل علم اور ادراک رکھنے والے محترم علمائے دین کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں کیمونٹی کی رہنمائی کریں اور حلالہ کے مسئلہ پر اجتہاد کریں۔"

قرآن کریم کے ایک مسئلہ کے گرد بے حیائی کے اتنے تار بننا اور اسے یورپ کے اس کھلے ماحول میں مسالے لگا لگا کر پیش کرنا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟ آخر اس بات کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں کہ مختلف طہروں میں دی گئی تین طلاق کے

بعد وہ عورت بدوں حلالہ پہلے خاوند کے لیے کسی طرح حلال نہ ہو سکے گی لیکن نادان اس کے لیے یہ عذر پیش کرتا ہے۔

ایسا واقعہ ہزاروں میں شاید کوئی ایک آدھ دفعہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ طلاق دو مرتبہ ہے پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو دستور کے مطابق اپنی بیوی کو رہنے دے یا اچھی طرح سے رخصت کر دے۔

اس کے بعد وہ آیت ہے جسے آیت حلالہ کہتے ہیں وہ اس مضمون نگار نے یہاں نہیں لکھی۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس مضمون میں اس کا اصل موضوع حلالہ نہیں وہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں کیا ایک ہوتی ہیں یا تین؟ اور اسی پر اس نے اپنے مؤقف کی حمایت میں دو حدیثیں پیش کی ہیں اس کے سارے مضمون کا اس پر زور ہے کہ ایک دفعہ دی گئی تین طلاق ایک ہی ہیں اور وہ عورت اس کے لیے اب بھی حلال ہے۔ وہ حرمت واقع نہیں ہوئی جس کے بعد حلالہ کی ضرورت ہو اور اس کے لیے بھی اس نے جو دو حدیثیں پیش کی ہیں ان میں سے بھی کوئی صحیح یا صریح نہیں۔ اپنے مختلف الفاظ میں وہ متشابہات کے قبیل کی ہیں۔ تاہم ہمارا مقصد اس وقت اس مسئلہ کی تنقیح نہیں۔ قرآن کریم کی اس استہزاء سے صیانت ہے جو اس نادان نے حلالہ کے معنی مسلمان بیٹیوں کی عصمت دری کر کے یہاں یورپ کے آزاد معاشرہ میں غیر مسلموں کی زبان پر بڑی بے دردی سے اتار دیا ہے ہم پورے یقین اور پورے شرح صدر سے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم ہرگز اس بے حیائی کی تعلیم نہیں دیتا۔ پھر اس نادان نے اس موضوع پر جس میں امت میں حرام و حلال کے فاصلے پیدا ہوتے ہیں ایک بھی بات اپنے موقف پر صحیح نہیں کہی جو اس کے موقف پر صریح ہو ایسے مسائل پر کس طرح کے دلائل چاہئیں۔ پہلے اس پر ایک اصولی بات سمجھ لیں۔

قرآن پاک نے بنی نوع انسان کو اندھیروں سے نکالنے اور ایک آسمانی نور کی روشنی میں لانے کے لیے انہیں متشابہات سے بچنے اور مومنین کے اپنے افکار و اعمال کو

محکمات سے قائم کرنے کی بہت تاکید کی ہے اور جو شکوک و شبہات کا تانا بانا بنتے ہیں انہیں اہل زیغ بتلایا ہے قرآن کریم میں ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾[1]

ترجمہ: "اور جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے سو وہ متشابہات کے پیچھے ہوتے ہیں اور اس میں ان کی غرض فتنہ پیدا کرنا اور ان متشابہات سے مطلب بر آری ہوتی ہے۔"

قرآن پاک میں جہاں ایسے الفاظ ملیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں ذکر ہوئے تو اگر وہی الفاظ کہیں انسان کے لیے بھی قرآن پاک میں پائے جائیں تو انہیں معنی کے اعتبار سے یکسر ایک دوسرے سے مختلف جانا اور مانا جائے گا اللہ رب العزت کے بارے میں اپنے عقائد کی بناء ان پر نہ رکھی جائے گی ان کے لیے قرآن پاک کی آیات محکمات سے تمسک کیا جائے گا مثلاً قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سمیع و بصیر کے الفاظ عام ملتے ہیں اور قرآن پاک میں انسان کے لیے بھی یہ الفاظ اس طرح ملتے ہیں۔ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا[2] ان ملتے جلتے الفاظ سے صفات باری کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے ان کے لیے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[3] کو محکم مانتے ہوئے اس کے سمیع و بصیر ہونے کو اس کی صفات ذات سے مانا جائے گا انسان کو ہم سننے والا کہیں گے تو انسان میں کبھی اس کی نفی بھی ہوتی ہے کہ وہ بہرہ ہو نہ سننے والا ہو انسان کو ہم دیکھنے والا کہتے ہیں لیکن اس میں اس کی نفی بھی ہوتی ہے کہ وہ اندھا ہو، اللہ رب العزت اس طرح سمیع و بصیر ہے کہ اس میں ان صفات کے کبھی عدم نہیں آتے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کی صفات

---

(1) پارہ ۳: سورۃ آل عمران، آیت: ۷۔

(2) پارہ: ۲۹، سورۃ الدھر، آیت: ۲۔

(3) پارہ: ۲۵، سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱۔

میں آپ کو قرآن پاک میں اس کے عالم ہونے، قادر ہونے اور زندہ ہونے کے بیانات ملیں گے لیکن اس کی ذات سے ان صفات کے اعدام (جہل، عجز اور موت) کی نفی عقائد ضروریہ میں سے ہوگی۔

قرآن کریم کی سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دین میں عقائد محکمات سے لیے جائیں متشابہات سے نہیں اسی طرح شریعت میں بھی حلال و حرام کے فاصلے بینات کے طور پر ہوں ان کے مابین جہاں شکوک و شبہات کی راہیں کھلیں ان میں ان سے بچنے کی ہی ہدایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

الامر ثلثة امر بین رشده فاتبعه وامر بین غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فکله الی الله عزوجل[1]

ترجمہ: کام تین طرح کے ہیں ایک وہ جس کا اچھا ہونا خود واضح ہو انسان اس پر چلے اور ایک وہ جس کا غلط ہونا خود واضح ہو سو انسان اس سے بچے اور کچھ امور وہ ہیں جو ان دونوں کے درمیان ہوں نہ ان کا رشد کھلا ہو نہ ان کی غلطی واضح ہو ایسے مشتبہ امور کو اللہ عزوجل کے ہی تفویض کرو۔

اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے دین بینات سے لینا چاہیے متشابہات سے نہیں نہ ان روایات سے جو خود اپنی جگہ مختلف فیہ ہوں۔

انگلینڈ میں مقیم مسلمانوں کو خصوصاً انہیں جو ایشیاء سے آکر یہاں آباد ہوئے پرانے اسلام سے برگشتہ کرنے اور روشن خیالی کے نام سے انہیں کتاب و سنت اور قرآن و حدیث سے دور کرنے کی سازشیں کی جارہی ہوں۔ ان میں کئی ایسے لوگ بھی

---

(1) رواہ احمد عن ابن عباس مشکوٰۃ ص ۴۳۱۔ مسند عبد الحمید بن حمید الکسی (۲۴۹ھ) میں یہ روایت اس طرح منقول ہے:

الْأَمْرُ ثَلَاثَةٌ: أَمْرٌ تَبَيَّنَ رُشْدُهُ فَاتَّبِعْهُ، وَأَمْرٌ تَبَيَّنَ غَيُّهُ فَاجْتَنِبْهُ، وَأَمْرٌ اخْتُلِفَ فِيهِ فَكِلْهُ إِلَى عَالِمِهِ (دیکھئے ص ۲۲۵)

آ نکلے ہیں جو اہل زیغ میں سے ہیں اور اسلام کے اجماعی مسائل میں اختلاف وانتشار کی راہیں تلاش کرنا ان کا ایک جماعتی مشغلہ بن چکا ہے۔ اب وہ اس انتہاء پر آچکے ہیں کہ انہوں نے یہاں دوسرے عوام میں قرآن پاک کی بعض آیات کو بھی تمسخر اور استہزاء کا موضوع بنادیا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ اس میں ان کی یہ کارروائیاں اپنے نوجوانوں کو قرآن و حدیث سے دور کرنے میں کس درجے تک دخیل ہو رہی ہیں۔ ہم اس سلسلے میں یہاں چند مسائل کو اپنے قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔

اسلام میں مرد اور عورت کا ملنا ایک شرف انسانی سے قائم کیا گیا ہے:

جانوروں اور حیوانات میں نر اور مادہ کے رشتے آزادانہ قائم ہوتے ہیں لیکن انسان ایک شرف انسانی سے رشتہ نکاح میں آتا ہے۔ بیوی نکاح میں آتے ہی مرد کی رفیقہ حیات ہوتی ہے۔ رفیقہ چندرات نہیں۔ شریعت اسلامی نے عہد جاہلیت کے تمام غیر انسانی آداب ایک ایک کر کے ختم کر دیئے۔ وقتی نکاح کو بھی حرام کر دیا عہد جاہلیت سے چلے آنے والے متعہ کو بھی بالآخر حرام کر دیا اور ایسی تعلیمات دیں کہ رشتہ نکاح کو ختم کرنے کی پوری طرح حوصلہ شکنی کی جائے۔ طلاق گو مجبوری کی صورت میں جائز ہے لیکن اسے ابغض المباحات ٹھہرایا گیا نکاح میں آئی عورتوں کو محصنات (پاکدامنی میں آئی عورتیں) کا نام دیا گیا اور نکاح کرنے والے مرد محصنین کہلائے اس پہلو سے نکاح ایک عبادت بھی سمجھا گیا اور اسے محض ایک معاہدہ کے درجے میں نہ رکھا گیا کہ جب کوئی فریق چاہے اس معاہدے سے نکل جائے۔ بلکہ اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی کہ عورتوں کی نسبت مردوں میں تحمل اور برداشت زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ وہ صنف نازک کہلانے کو پسند نہیں کرتے۔

مغربی تہذیب میں نکاح ایک معاہدہ ہے۔ جس سے نکلنے کا ہر فریق کو برابر کا حق حاصل ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مشرقی ممالک میں مغربی ممالک کی نسبت شادیاں زیادہ کامیاب ہوتی ہیں اور مغربی ممالک میں طلاق کی شرح بہت زیادہ ہے اور افریقہ

میں رشتے ٹوٹنے کی شرح بہت زیادہ ہے اسلام نے عورتوں اور مردوں کے ملنے کو جو شرف انسانی بخشا ہے وہ اور کسی مذہب اور تہذیب میں نہیں ملتا۔ اور یہ اسلام کی وہ خوبصورتی ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتی۔

صِيَانَةُ الْقُرْآنِ عَنِ الْاِسْتِهْزَاءِ وَالْبُهْتَانِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰي ..... أَمَّا بَعْدُ!

سلف کے ایک طلاق دینے کے پسندیدہ طریق سے نکلنا اور جذبات میں بہہ کر ایک مجلس میں تین طلاق دینا یہ وہ ناپسندیدہ عمل ہے کہ اب بغیر حلالہ وہ مطلقہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہو سکے گی اسے یہ سزا کہ اس نے خاوند کے خلاف ایسے حالات کیوں پیدا کیے اور خاوند کو اس جلد بازی کی سزا اس لیے ہے کہ اس نے طلاق السنہ کی اعتدال کی راہ کیوں چھوڑی۔

اسلام میں تین طلاقوں کے بعد عورت کو پھر اس کی طرف لوٹنے کی اجازت نہیں دی گئی:

شریعت اسلامی میں ایک طلاق بھی عدت گزرنے کے بعد عورت کو پوری آزادی دے دیتی ہے کہ اب وہ جہاں چاہے نکاح کر سکے اس کے لیے تین طلاق ہونا ضروری نہیں تاہم خاوند کو اجازت دی گئی کہ وہ دورانِ عدت رجوع کر سکے اور گھر اجڑنے سے بچ جائے دو طلاق دینے کے بعد بھی اسے رجوع کی اجازت رہی کہ عدت گزرنے کے بعد وہ آپس میں پھر سے نکاح کر سکیں۔ اور یہ گھر برباد ہونے سے کسی طرح بچ جائے، قرآن کریم نے اگلی آیت میں بڑی سختی سے ڈرایا کہ اگر اب تیسری طلاق ہو گئی تو پھر وہ عورت کسی طرح اس کے نکاح میں نہ آ سکے گی وہ انقضائے عدت کے بعد جس دوسرے مسلمان سے چاہے شادی کر سکے گی لیکن وہ اپنے اس پہلے خاوند کے لیے کسی طرح حلال نہ ہو سکے گی جب تک وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اس خست کو پسند نہ کرے گا کہ اس کی بیوی کسی

اور مرد کے پاس جائے اس سخت شرط سے مقصد یہی تھا کہ اب وہ مرد اسے۔تیسری طلاق دینے سے ڈرے اور اس شرف انسانی سے قائم ہوئے نکاح کو کسی طرح بچایا جا سکے۔

وہ عورت اب بدوں حلالہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہو سکے گی:

قرآن کریم کا یہ سخت اعلان عورت کو اس طرح ڈراتا ہے کہ اگر اب بھی اپنے خاوند سے اس طرح لڑتی جھگڑتی رہے گی تو اب وہ تیسری طلاق لینے کے بعد کسی طرح اپنے اس خاوند کے پاس نہ رہ سکے گی اور ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے بچوں کے پاس رہنا بھی نہ ملے اور مرد کو اس طرح ڈرایا گیا کہ اگر اب تونے طلاق دینے میں جلد بازی کی تو تیرا گھر ہمیشہ کے لیے اجڑ گیا۔ کیا تو پسند کرے گا کہ تیری بیوی کسی اور مرد سے نکاح کرے؟اس کے پاس بسے اور پھر وہ تجھ سے نکاح کر سکے؟جب ایسا تجھے پسند نہیں تو اس شرف انسانی کو توڑنے کے لیے تو اس تیسری طلاق سے ڈرو۔ عورت کے پھر اس طرح اس خاوند کے پاس آنے کو حلالہ سے ڈرایا گیا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عورت کے پھر اس طرح اس مرد کے لیے حلال ہونے کی راہ خود قرآن کریم نے بتائی ہے۔

قرآن کریم کا اعلان کہ اب جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرنے وہ اس کے ہاں نہ آسکے گی اسے دیکھئے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(1)

ترجمہ:"سو اس نے اگر تیسری طلاق بھی ساتھ ہی دے دی تو اب وہ کسی طرح اس کے لیے حلال نہ ہو سکے گی جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے۔"

پیش نظر رہے کہ قرآن پاک نے اس عورت کے اس دوسرے مرد کے پاس

(1) پارہ:۲: سورۃ البقرہ، آیت:۲۳۰۔

آنے کو نکاح کا نام دیا ہے اسے عصمت لٹانے کا نام نہیں دیا لیکن افسوس ہمیں ان نادان مولویوں اور دانشوروں پر ہے جو برطانیہ کے اسی آزاد معاشرے میں اسے عصمت دری کا نام دے رہے ہیں اور یہاں کے غیر مسلم جب اس مسئلہ کو قرآن کریم میں دیکھتے ہیں تو ان کا سارا تمسخر اور استہزاء پھر قرآن کریم کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ حلالہ کا لفظ قرآن کریم کے لفظ تحل سے ہی تو ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اب اس عورت کا اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹنا حلال ہو جائے گا سو حلالہ کے لفظ سے عام لوگوں میں جو تمسخر اور استہزاء کی فضا قائم ہوتی ہے۔ ان کا وہ تمسخر دوسرے لفظوں میں قرآن سے تمسخر ہی سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم سے تمسخر بالاتفاق کفر ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ، أَوِ الْمُصْحَفِ، أَوْ بِشَيْءٍ مِنْهُ، --أَوْ كَذَّبَ به، أو بشيء منه.. أو بِشَيْءٍ مِمَّا صُرِّحَ بِهِ فِيهِ مِنْ حُكْمٍ، أَوْ خَبَرٍ--- فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِجْمَاعٍ.(1)

ترجمہ: "جو شخص مصحف قرآن کریم یا اس کے کسی جزء کا استخفاف کرے۔۔۔یا قرآن کریم کے کسی ایسے حکم اور خبر کی تکذیب کرے جس کی تصریح قرآن میں موجود ہے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے۔"

روزنامہ جنگ لندن کی ۱۸ اکتوبر کی اشاعت میں ان کی یہ سرخی ملاحظہ ہو:

"حلالہ کی چھری اور مسلمان بیٹیوں کی عصمت دری"

اس سرخی کے نیچے جو مضمون دیا گیا ہے وہ سرے سے حلالہ یا قرآن کریم کے حکم ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥ﴾ سے متعلق نہیں وہ اس پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تین طلاقیں ایک طلاق ہی سمجھی جاتی تھیں اگر مضمون نگار اسے اس عنوان سے شروع کرتا جو اس نے بیان کیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہ

---

(1) الشفاء جلد ۲، ص ۳۰۴۔

تھی تاریخ میں شروع سے اہل السنت والجماعت اور فقہ جعفری کا اس میں اختلاف چلا آرہا ہے اور اہل سنت کی طرف سے اپنے موقف پر بیسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ اس باسی کڑاہی میں جتنی دفعہ بھی ابال آئے وہ اہل سنت اور غیر اہل سنت کا ہی ایک اختلاف سمجھا جاتا ہے اور اسے کوئی نئی بات نہیں جانا جاتا لیکن جنگ کی اس اشاعت میں جو اسے مسلمان بیٹیوں کی عصمت دری کی سرخی دی گئی ہے۔ قرآن کریم سے بلاشبہ ایک تمسخر ہے اور قرآن کریم کے اس موضوع کو حلالہ کو چھری سے تعبیر کرنا یقیناً ایک ایسی جسارت ہے جسے کوئی اسلامی معاشرہ اور مہذب سوسائٹی آسانی سے برداشت نہ کر سکے گی حلالہ کسی غلط پیرائے سے عمل میں آئے تو اس سے اس پیرایہ عمل کو برا کہا جاسکے گا لیکن قرآن پاک کی اس تجویز حلالہ پر تمسخر کی یہ چھری کسی طرح نہ چلائی جاسکے گی۔

مطلقہ عورت اپنی عدت پوری کرنے کے بعد جب کسی اور مرد سے نکاح کرے گو اس کا ارادہ پھر اس سے طلاق لینا ہی ہو لیکن اگر اس دوسرے نکاح میں وہ کوئی ایسی شرط نہیں لگاتی اور نکاح اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اس امت میں عام نکاح عمل میں آتے ہیں تو اس نکاح کو کسی طرح بھی عصمت دری نہ کہا جاسکے گا۔

دوسرے نکاح میں طلاق دینے کی کوئی شرط ذکر نہ ہو تو یہ نکاح بالکل درست ہے:

رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی اور میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا اور وہ ایک ناکارہ مرد ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے سوال سے بھانپ لیا کہ وہ کیا چاہتی ہے آپ نے اس سے پوچھا:

أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟[1]

1) صحیح بخاری جلد ۲، ص ۷۹۱۔

ترجمہ: "غالباً تم پھر رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو؟"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ کسی دوسرے مرد کے پاس جانے کا نہ تھا ورنہ وہ اس ناکارہ سے طلاق لے لیتی اور کسی اور شخص سے نکاح کر لیتی۔ حضور ﷺ نے اس کے قرائن سے اندازہ لگایا کہ وہ رفاعہ کے نکاح میں پھر سے جانا چاہتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

لاَ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ»[1]

"نہیں! یہاں تک کہ تو اس سے اور وہ تجھ سے لذت پذیر نہ ہو۔"

اب قرآن کریم کی یہ آیت پھر سامنے رکھئے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾[2]

اس آیت میں نکاح سے مراد صرف عقد نہیں نکاح کا عمل بھی تھا وہ اس صورت میں عبدالرحمٰن سے ہو نہ سکا تھا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا صرف عقد سے تو (اس سے طلاق لے کر) رفاعہ کی طرف نہ جا سکے گی جب تک کہ یہ دوسرا نکاح عمل میں نہ آئے او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور ﷺ نے اس سے یہ نہ کہا کہ اس کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیوں کیے ہوئے ہے کسی اور شخص سے نکاح کر لو آپ نے اسے صرف حلالہ کی راہ بتائی کہ اس کے بغیر تو پہلے خاوند کے نکاح میں نہ جا سکے گی۔ اس کے لیے بخاری شریف کے الفاظ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ إِرَادَةَ الْمَرْأَةِ الرُّجُوعَ إِلَى زَوْجِهَا لَا يَضُرُّ الْعَاقِدَ عَلَيْهَا[3]

---

(1) صحیح بخاری جلد ۲، ص ۷۹۱۔

(2) پارہ: ۲، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰۔

(3) کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۳۸۔

ترجمہ: "اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ مطلقہ عورت کا اپنے پہلے خاوند کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ اس دوسرا نکاح کرنے والے کو کوئی ضرر نہیں دیتا۔"

حضور ﷺ نے جب اس سے سوال کیا تھا کہ تو رفاعہ کی طرف جانا چاہتی ہے تو اس نے انکار نہ کیا تھا یہ وہ موقعہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ اسے فرماتے کہ اس ارادے سے کسی دوسرے کے نکاح میں جانا کہ وہ رفاعہ کے نکاح میں پھر سے آسکے ہرگز درست نہیں جب آپ نے اسے یہ نہیں فرمایا اور موقعہ بیان میں اسے بیان نہیں کیا تو اس عدم بیان سے یہی سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس نکاح کو نکاح ہی مانا ہے اسے عصمت لٹانا قرار نہیں دیا اور اس میں کھول کر اس کے لیے اس نکاح میں ایک دوسرے سے لذت پذیر ہونے کی شرط ان لفظوں میں بیان کی۔

پھر یہی نہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ - يَعْنِي ثَلَاثًا - فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يُوَاقِعَهَا أَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ؟ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَذُوقَ عُسَيْلَةَ الْآخَرِ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا»(1)

ترجمہ: "آپ کہتی ہیں حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی۔ اس عورت نے کسی دوسرے سے نکاح کر لیا وہ اس کے گھر تو آئی لیکن اس مرد نے اسے اپنے عمل نکاح سے پہلے ہی طلاق دے دی آپ سے پوچھا گیا کیا وہ اپنے پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟ جناب نبی ﷺ نے فرمایا

(1) سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۳۱۶ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳۔

وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ دوسرے خاوند سے عمل نکاح میں نہ آئے اور وہ اس سے لذت پذیر نہ ہو۔"

اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اس دوسرے نکاح کرنے والے کی نیت صرف اس کی خلوت صحیحہ میں جانا تھا اس کے بعد اس نے اسے طلاق دے دی اب جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ اب اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو سکے گی؟ تو آپ نے اسے ناجائز بتلایا اور اس کے حلال ہونے کی وہی شرط بیان کی جو آپ نے رفاعہ قرظی کی مطلقہ بیوی کو بتائی تھی۔

اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اس نے اس ارادے سے نکاح کیوں کیا ہے؟ اب یہ صورت واقعہ اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس طرح نکاح کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے لیکن بدوں حلالہ وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس نہ جا سکے گی آپ کا موقع بیان پر بیان نہ کرنا بیان عدم کا فائدہ دیتا ہے کہ اس ارادے سے نکاح کرنے میں نکاح نہ ہونے کی ہرگز کوئی مظنہ نہیں ہے یہ نکاح ہی ہے اور قرآن حکیم کی اس شرط پر پورا اترتا ہے۔ ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ کہ وہ تیسری طلاق کے بعد اس کے لیے حلال نہیں جب تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ ہاں حدیث نے اس کی وضاحت کر دی کہ یہاں نکاح سے مراد صرف عقد نکاح نہیں عمل نکاح بھی اس میں لازمی ہے۔

اب اگر کوئی غیر مسلم بخاری شریف اور سنن ابی داؤد کے ان حوالوں کو اس آزاد معاشرہ میں ان الفاظ سے کھلے عام بیان کرے تو کیا اسے عزت رسالت کی ایک کھلی گستاخی نہ سمجھا جائے؟ جس نادان نے برطانیہ میں اس دوسرے نکاح کو اور عمل حلالہ کو کھلے طور پر بیٹیوں کی عصمت لوٹنا اور ان کی اپنی عصمت لٹانا کہا ہے کیا اس نے قرآن کریم کی اس آیت سے اور بخاری شریف کی اس حدیث سے کھلا تمسخر نہیں کیا؟ حلالہ کو اس پیرایہ بیان میں ڈھالنا کہ سوائے تمسخر کے اس سے کوئی بات نہ سمجھی جا سکے کیا کسی

مسلمان کے لیے زیبا ہے؟

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قرآن کریم کی اس آیت پر ایک دفعہ اور نظر کیجیے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۱)

یہ اتنی زیادہ سختی کیوں کی گئی؟ صرف اس لیے کہ اسلام ان کے پہلے نکاح کو بچانا چاہتا ہے۔ انہیں تین طلاق دینے سے اس طرح ڈرایا گیا کہ اب اس کے بعد وہ کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے جو خاوند بیوی بات بات میں غصے میں آجاتے ہیں وہ اس برے انجام سے ڈریں اور جلدی طلاق کی گھاٹی پر نہ آجائیں۔

اسلام کی اس حکیمانہ تعلیم پر غور نہ کرنا اور قرآن کے تجویز کردہ اس دوسرے نکاح کو عصمت لوٹنے اور لٹانے سے تعبیر کرنا مسلمان تو درکنار دنیا کی کوئی بھی مہذب سوسائٹی اسے قبول نہ کرے گی مگر افسوس ان نادانوں پر ہے جو یورپ کے اس آزاد معاشرہ میں ان مباحث کو کھلے پریس میں لے آئے ہیں اور حلالہ کو عصمت لوٹنے کا نام دے رہے ہیں۔

اس آیت کے لفظ حتی پر بھی کچھ غور کرتے چلیں حتی کا لفظ ایک غایت کا پتہ دیتا ہے جیسے کہا جائے: لَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا (تم اس وقت تک جنت میں نہ جا سکو گے جب تک ایمان نہ لے آؤ) اس میں حَتّٰى اس غایت کا پتہ دیتا ہے کہ اسے (جنت کو) پانے کے لیے ایمان لانا ضروری ہے۔ اس طرح یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اس عورت کو (جسے تم تین طلاق دے چکے یا دے رہے ہو اسے) دوبارہ پانے کے لیے اسے کسی دوسرے شخص کے نکاح میں جانا ہوگا اگر تم اسے کسی طرح پسند نہ کرو تو کبھی اسے تیسری طلاق دینے کی جلدی نہ کرو اس آیت میں مرد کو جلدی طلاق دینے سے ڈرایا گیا

---

(۱) پارہ: ۲، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰۔

ہے اور عورت کو اس ناپسندیدہ گھاٹی پر آنے سے اس لیے ڈرایا گیا ہے کہ وہ بات بات میں اپنے شوہر سے نہ جھگڑے اور اس کے لیے ایسی فضا قائم کرنے سے ڈرے کہ وہ انتہائی غصہ میں آکر یہ بڑی غلطی کرلے۔

پھر جب اس ارادے سے نکاح کرنے والے کے لیے لسان رسالت سے بھی المحل یا المحلل کے الفاظ مل جائیں تو پھر کون مسلمان ہوگا جو اس نکاح کو بیٹیوں کی عصمت لوٹنا کہے اور لسان رسالت کے خلاف اس نکاح کو باطل کہے یہ دوسرا نکاح یقینی طور پر نکاح ہے یہ بات دوسری ہے کہ اگر دو شخص (پہلا خاوند اور دوسرا) آپس میں کوئی ایسا پروگرام بنائیں تو وہ انتہائی پستی اور خست کی زد میں گھرے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان دونوں پر انتہائی ناپسندیدگی کے کلمات کہے: لعن الله المحلل والمحلل له بایں ہمہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس ناپسندیدہ عمل سے تحلیل کی شرط پوری ہو جائے گی۔

علامہ محمد بن محمد الرومی رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ» سَمَّاهُ مُحَلِّلًا وَهُوَ الْمُثْبِتُ لِلْحِلِّ[1]

سو یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ یہ دوسرا نکاح، نکاح ہی نہیں ہدایہ میں اس سے پہلے شرط تحلیل سے کیے جانے والے نکاح کو صریح طور پر مکروہ کہا ہے:

(وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ) لِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ»[2]

ترجمہ: ”اگر کسی عورت نے حلالہ کی شرط پر شادی کی تو یہ نکاح آنحضرت ﷺ کے ارشاد (کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو حلالہ

---

(1) العنایہ شرح الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۵۔

(2) ایضا ص ۱۸۱۔

کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے) کی وجہ سے مکروہ ہے۔"

افسوس کہ بعض نادان قرآن کریم کی حکیمانہ تعلیم پر غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ قرآن کریم کو ایک کھلے استہزاء اور تضحیک کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

؏ افسوس خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

نامناسب نہ ہوگا کہ آپ اس موضوع پر دور اول کے ان جبال العلم کی رائے گرامی بھی پڑھ لیں جن پر امت ہمیشہ سے علمی اعتماد کرتی آئی ہے کہ اس نیت سے یہ دوسرا نکاح کرنا (بشرطیکہ عقد نکاح کے وقت کوئی ایسی شرط نہ باندھی جائے) شرعاً نکاح ہی ہے وہ ہرگز عصمت لوٹنا اور لٹانا نہیں ہے۔

ا۔ حضرت ابو بکر کے پوتے حضرت قاسم (۹۲ھ) اور حضرت عمر کے پوتے حضرت سالم (۱۰۶ھ) رضی اللہ عنہم کے علمی مقام سے کون واقف نہیں وہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ اگر یہ دو خاوند ایک دوسرے کو نہ جانیں تو اس عورت سے ارادہ تحلیل سے نکاح کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس پر وہ اللہ کے ہاں اجر بھی پائے گا کہ اس نے ایک گھر کو برباد ہونے سے بچا لیا۔ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ (۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ اگر یہ دوسرا نکاح کرنے والا اسے مستقل طور پر اپنے نکاح میں رکھ لے تو یہ بھی اس کے لیے جائز ہو گا۔

اندلس کے جلیل القدر عالم حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا لِيُحِلَّهَا إِذَا لَمْ يَعْلَمِ الزَّوْجَانِ قَالَا وَهُوَ مَأْجُورٌ وَقَالَ رَبِيعَةُ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ إِنْ تَزَوَّجَهَا لِيُحِلَّهَا فَهُوَ مَأْجُورٌ وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ عَلِيٍّ لَا أُبْعِدُ أَنْ يَكُونَ مُرِيدُ نِكَاحِ الْمُطَلَّقَةِ لِيُحِلَّهَا لِزَوْجِهَا مَأْجُورًا إِذَا لَمْ يُظْهِرْ ذَلِكَ فِي اشْتِرَاطِهِ فِي حِينِ الْعَقْدِ لِأَنَّهُ قَصَدَ إِرْفَاقَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ وَإِدْخَالَ السُّرُورِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ نَادِمًا مَشْغُوفًا فَيَكُونُ فَاعِلُ ذَلِكَ مَأْجُورًا إِنْ

شَاءَ اللَّهُ[1]

امام اوزاعیؒ (۱۵۷ھ) اور امام سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ) کی آراء عالیہ:

امام عبدالرحمن اوزاعیؒ (۱۵۷ھ) امام سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ) ائمہ اربعہ کے درجے کے امام ہیں اور مدتوں شام اور عراق میں ان کی تقلید ہوتی رہی ہے جب مذاہب اربعہ کی بجائے امت میں سات مذاہب فقہ کا دور تھا تو یہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقلدین کے امام تھے۔ اس موضوع پر ان جبال علم کی رائے گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ارادہ تحلیل سے کیا جانے والا نکاح شرعاً نکاح ہے یا یہ کوئی عصمت دری کا عمل ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وَرُوِيَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أنه قال في نكاح المحلل بيسما صَنَعَ وَالنِّكَاحُ جَائِزٌ[2]

امام سفیان الثوریؒ تو اس میں اتنے سخت ہیں کہ وہ اس دوسرے خاوند کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ اسے مستقل طور پر اپنے ہاں بسائے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

قَالَ وَكِيعٌ: وَقَالَ سُفْيَانُ: «إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ لِيُحَلِّلَهَا، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا حَتَّى يَتَزَوَّجَهَا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ»[3]

ترجمہ: "امام وکیع حضرت سفیان سے نقل کرتے ہیں کہ اگر آدمی کسی عورت سے حلالہ کرنے کے لئے نکاح کرے پھر اسے اپنے ہی نکاح میں رکھنا چاہے تو نیا

(1) کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۴۲۔
(2) کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۴۱۔
(3) جامع ترمذی جلد ۱، ص ۱۳۳۔

نکاح کئے بغیر اسے رکھنا حلال نہیں۔"

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ جب اس نکاح کی غایت اسے پہلے خاوند کے لیے حلال کرنا ہے تو امام سفیان کے ہاں اس پہلے خاوند کا حق اس عورت پر زیادہ ہے الا یہ کہ یہ عورت اب اس دوسرے خاوند کے ساتھ نئے سرے سے بسنے کا عقد کرے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا اس دوسرے نکاح کے درست ہونے کا فیصلہ:

حضرت امام اور ان کے شاگردوں کا اس میں تو کچھ اختلاف رہا کہ اس نکاح تحلیل سے وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی یا نہ؟ لیکن اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں رہا کہ یہ دوسرا نکاح کسی پہلو سے درست نہیں اور بالآخر ان کا آپس میں اس پر بھی اتفاق ہو گیا کہ اس نکاح تحلیل سے وہ عورت قرآن کی رو سے اپنے پہلے خاوند کے لیے بھی حلال ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ النِّكَاحُ جَائِزٌ إِذَا دَخَلَ بِهَا وَلَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا إِنْ شَاءَ) وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ مَرَّةً لَا تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ إِذَا تزوجها الآخر ليحلها وَمَرَّةً قَالُوا تَحِلُّ (لَهُ) بِهَذَا النِّكَاحِ إِذَا جامعها وَطَلَّقَهَا وَلَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ نِكَاحَ هَذَا الزَّوْجِ صَحِيحٌ[1] ۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا اختلاف بھی نفس نکاح میں نہیں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس میں ہے کہ اس سے ارادہ تحلیل سے نکاح کرنے والا اسے مستقل طور پر اپنے ہاں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ، امام لیثؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ بھی اس کے

(1) کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۴۱۔

قریب نظر آتے ہیں اور ایک معروف امام بھی نہیں ملتا جو اس کا مدعی ہو کہ اگر بغیر کوئی شرط باندھے یہ دوسرا نکاح بارادہ تحلیل کیا گیا تو یہ نکاح نہیں ہو گا یہ مسلمان بیٹیوں کی عزت لوٹنا ہے جیسا کہ برطانیہ کا یہ نادان کہہ رہا ہے اور کھلے طور پر قرآن کریم کے الفاظ:حتی تنکح زوجا غیرہ سے کھیل رہا ہے۔

ایک غلط فہمی کو ذہن میں جگہ نہ دیجیے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے کہ جو ایسا کرے گا میں اس پر حد لگاؤں گا۔ اس سے مراد کون ہے؟، یہ دوسرا نکاح کرنے والا یا اس عورت کا پہلا خاوند؟ پہلا خاوند تو تبھی اس زد میں آسکتا ہے کہ وہ اب بعد تحلیل اس سے نکاح کرے ایسا ہو تو اس سے صرف وہ موقف نکلتا ہے کہ وہ عورت اب بعد تحلیل پہلے خاوند سے نکاح نہ کر سکے۔ دوسرا خاوند اگر اسے طلاق دے تو وہ کسی اور جگہ نکاح کرے اس پہلے خاوند سے نکاح نہ کرے ہم اس بات سے اتفاق نہیں کرتے لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دوسرا نکاح جو بارادہ تحلیل کیا گیا تھا وہ نکاح ہی نہیں۔۔ ایسا ہوتا تو اس عورت کو بھی لعنت یا رجم سے ڈرایا جاتا حالانکہ حدیث:لعن اللہ المحلل و المحلل لہ میں اس عورت پر لعنت ہونے کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح حضرت عمر کی تھدید لا اوتی بمحلل ولا محلل لہ الا رجمتھما (اگر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی صحیح متصل سند سے ثابت ہو) میں بھی صرف محلل اور محلل لہ کا ذکر ہے اس عورت کا ذکر نہیں جس نے بارادہ تحلیل یہ دوسرا نکاح کیا سو قارئین اس غلط فہمی میں نہ جائیں کہ آپ اس نکاح کو نکاح تسلیم نہ کرتے تھے آپ نے جو کچھ فرمایا وہ از راہ تھدید تھا آپ اسے ایک ناپسندیدہ عمل سمجھتے تھے آپ فتوے کی زبان میں یہ نہ کہہ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسے ایک ناپسندیدہ عمل سمجھتے تھے۔ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(وَلَا يَحْتَمِلُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ إِلَّا التَّغْلِيظَ لِأَنَّهُ قَدْ صَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ وَضَعَ الْحَدَّ عَنِ الْوَاطِئِ فَرْجًا حَرَامًا جَهِلَ تَحْرِيمَهُ وَعَذَرَهُ

بِالْجَهَالَةِ فَالْمُتَأَوِّلُ أَوْلَى بِذَلِكَ وَلَا خِلَافَ أَنَّهُ لَا رَجْمَ عَلَيْهِ[1]

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے اس طرح کی روایات تہدید نقل کرنے کے بعد امام بیہقی (۴۵۸ھ) جن کا تعارف ان کی سنن کبری کے ٹائٹل پر اس طرح دیا گیا ہے:

امام المحدثین الحافظ الجلیل ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی۔

وہ باب ماجاء فی المحلل کے بعد اگلا یہ باب باندھتے ہیں اور اس کی پہلی سطر میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے استناد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث نفس، دل کی باتوں اور نیت پر کوئی گرفت نہیں فرمائی اب ہمارے قارئین وہ باب ملاحظہ فرمائیں:

بابُ مَن عَقَدَ النّكاحَ مُطلَقًا لا شَرطَ فيه فالنّكاحُ ثابِتٌ وإن كانَت نيّتُهُما أو نيّةُ أحَدِهِما التّحليلَ[2]

ترجمہ: "باب اس شخص کے بارے میں جس نے بغیر کسی شرط کے نکاح کیا تو یہ نکاح درست ہے اگرچہ ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی نیت پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے کی تھی۔"

داؤد ظاہری (۲۷۰ھ) بھی نیت تحلیل سے نکاح کرنے والے کے نکاح کو جائز کہتے ہیں بشرطیکہ عقد نکاح کے وقت یہ شرط نہ لگائی جائے حافظ ابن عبدالبر کی عبارت آپ پہلے بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔[3]

امام نسائی رحمہ اللہ (۳۰۳ھ) بھی حدیث لعن رسول اللہ ﷺ المحلل والمحلل له کو تغلیظ اور تہدید پر محمول کرتے ہیں یہ نہیں کہ یہ نکاح منعقد ہی نہ ہو آپ نے اس

---

(1) کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۴۲۔

(2) سنن کبری جلد ۷، ص ۲۰۹۔

(3) دیکھئے کتاب التمہید جلد ۵، ص ۲۳۴۔

پر یہ باب باندھا ہے:

بَابُ: إِحْلَالِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَمَا فِيهِ مِنَ التَّغْلِيظِ[1]

(یہ باب تین طلاق دی ہوئی عورت سے حلالہ کرنے اور جو کچھ اس کام کے کرنے والے کے بارے میں سخت بات کہی گئی ہے کے بارے میں ہے)

امام ابوالحسن السندھی" اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

وتسمية محللاً يؤيد القول بالصحة[2]

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کا لفظ محلل سے ذکر کرنا اس نکاح کی صحت بتلاتا ہے۔

گو اس کی یہ صورت ناپسندیدہ ہے کہ وقت عقد کوئی ایسی شرط باندھی جائے کہ یہ نکاح تحلیل کے لیے کیا جارہا ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ یہاں لعنت سے مراد محلل اور محلل لہ کی خست طبع کا اظہار ہے آپ کی عبارت ملاحظہ ہو:

والمراد إظهارُ خساستها؛ لأن الطبع السليم ينفر عن فعلها[3]

یہ وہی بات ہے جو حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) نے کتاب التمہید میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے استناد کرتے ہوئے کہی ہے اسے صرف احناف کی شرح حدیث بتلانا صحیح نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) نے حضرت امام شافعی اور حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمہما اللہ کے بعد اس حدیث کی شرح اس طرح کی ہے:

(وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ) لِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ» وَهَذَا هُوَ

---

(1) سنن نسائی جلد ۲، ص ۱۰۱۔

(2) ایضاً۔

(3) لمعات التنقیح ج ۶ ص ۱۴۹۔

مَحْمَلُهُ (فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَمَا وَطِئَهَا حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ) لِوُجُودِ الدُّخُولِ فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ إِذِ النِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ(1)

ترجمہ:(اگر عورت نے حلالہ کی شرط پر شادی کی تو یہ نکاح آنحضرت ﷺ کے (اس) ارشاد (کہ اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے) کی وجہ سے مکروہ ہے پس اگر اسے وطی کے بعد طلاق دی تو وہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی اس لئے کہ فاسد شرط کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا)

پھر جب اس دوسرے نکاح میں وقت عقد ایسی شرط بھی نہ باندھی گئی ہو تو اس نکاح کو عصمت لوٹنے اور لٹانے سے تعبیر کرنا ایک نہایت شرمناک حرکت سمجھی جائے گی جسے کسی مہذب سوسائٹی میں کوئی جگہ نہیں دی جاسکے گی اور پھر جب اسے یورپ کے آزاد معاشرہ میں عام پریس میں لایا جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے قرآن پاک کے خلاف کتنی ناپاک زبانیں کھلیں گی کہ اسلام میں مطلقہ عورت دنیا میں جس غیر محرم مسلمان مرد سے چاہے نکاح کر سکتی ہے لیکن وہ اپنے پہلے خاوند سے بدوں کسی اور مرد کے نکاح میں آنے کے نکاح نہیں کر سکتی اور قرآن کریم کے حوالے سے پیش کر کے معلوم نہیں کتنے اسلام کے قریب آنے والے افراد کو اس غلط بیانی سے اسلام سے دور کیا جائے گا۔

ان کنت لا تدری فتلك مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

جس نادان نے سرعام کھلے پریس میں اس دوسرے نکاح کو مسلمان بیٹیوں کی عصمت لوٹنے کا نام دیا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس نے جان بوجھ کر قرآن کریم کے ایک حکم سے استہزاء کیا ہو نہ اس کی کسی مسلمان سے امید کی جاسکتی ہے لیکن اتنی بات

---

(1) ہدایہ اولین ۲، ص ۱۱ مصری۔

ضرور ہے کہ اس سے نادانستہ طور پر قرآن کے ایک حکم سے کھلا استہزاء صادر ہوا ہے جس کی اسے اللہ رب العزت سے اپنے طور پر اور عام مسلمانوں سے سرعام معافی مانگنی چاہیے۔

اصل بات کیا ہے جس کے لیے اس سے پھر یہ حرکت صادر ہوئی:

روزنامہ جنگ لندن کے اس مضمون کی دونوں قسطوں میں حلالہ پر کوئی بحث نہیں ملتی نہ تین طلاق ہونے پر پہلے خاوند کے لیے بدوں تحلیل اس کی طرف رجوع کا حرام ہونا اسلام کا کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔ قرآن کریم نے لَا تَحِلُّ سے نکلنے کے لیے صریح لفظوں میں حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی قید لگائی ہے اور اس کا انکار بلاشبہ ہر منکر کو قرآن کریم کے منکروں میں داخل کر دیتا ہے اور اسے دائرہ اسلام سے باہر کر دیتا ہے۔

اصل بات جو اس مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں پیش کی ہے وہ صرف مسئلہ طلاق ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کیا واقعی تین طلاقیں ہیں یا یہ ایک طلاق سمجھی جائے گی؟ اور یہ مسئلہ کوئی نیا اختلاف نہیں صدیوں سے فقہ جعفری والوں میں اور اہل السنت والجماعت میں یہ اختلاف چلا آرہا ہے پھر چودھویں صدی میں ہندوستان میں بعض ان لوگوں نے بھی اسے فقہ جعفری والوں سے لے لیا جو سرے سے کسی فقہ کو نہیں مانتے۔ روزنامہ جنگ لندن کا یہ مضمون نگار صرف اس مسئلہ کے درپے ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین نہیں ایک ہی مانی جانی چاہئیں اور اس نے اپنے دلائل کی کمزوری کو چھپانے کے لیے اسے اس بھڑکتے عنوان سے پیش کیا کہ اس طلاق کے بعد اسے پھر پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے کا کوئی عمل اس عورت کی عصمت دری ہے گو وہ اپنے ارادے سے اس دوسرے نکاح میں آئے۔ ظاہر ہے کہ اس بھڑکیلے عنوان سے اس موضوع کو عوام کے سامنے لانا حقیقت میں صرف تشغیب عوام ہے اور قرآن کریم کے بیان کردہ ایک مسئلے سے کھلا استہزاء ہے جس کی جرأت

شائد ہی کوئی مسلمان کر سکے۔

اس پر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے امام سالمؒ (۱۰۶ھ) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوتے امام قاسمؒ (۹۲ھ) اور امام عطا بن ابی رباحؒ (۱۱۷ھ) سے لے کر پانچویں صدی تک کے جبال العلم کی قوی شہادتیں آپ کے سامنے پیش کر آئے ہیں اب ان پر اور کسی نئی شہادت کی ضرورت نہ ہو گی تاہم نامناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں نفس مسئلہ پر بھی کچھ خامہ فرسائی کریں جس کی خاطر مضمون نگار نے شرمناک عنوان اختیار کیا ہے جس سے کھلے طور پر قرآن پاک کے ایک مسئلے پر شرم کی تمام حدود توڑ دی جاتی ہیں اعاذنا اللہ منھا۔

دلیل میں قوت موضوع کی اہمیت کے مطابق ہونی چاہیے:

یہ مسئلہ کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہونی چاہئیں۔ یہ ایک ایسا یقینی مسئلہ ہے جس پر اہل سنت والجماعت کے چاروں امام متفق ہیں اور جمہور علمائے امت اس پر اجماع کر چکے ہیں۔ ہر شخص ہمارے اس موقف سے اتفاق کرے گا کہ اتنے مضبوط مسئلے سے نکلنے کے لیے اور اس سے اختلاف کرنے کے لیے کوئی ایسی پختہ دلیل چاہئے جو اپنے مدعا میں بلا معارض صریح ہو اور ثقہ راویوں کی روایت سے پورے طور پر صحیح ہو۔ مگر موصوف نے اپنے موقف پر صرف دو دلیلیں پیش کی ہیں:

موصوف لکھتے ہیں۔ بطور حوالہ دو دلیلیں ہی درج کرتا ہوں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں پھر غمگین ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح طلاق دی؟ انہوں نے عرض کیا میں تو تین طلاقیں دے چکا آپ نے فرمایا ایک ہی مجلس میں؟ کہا ہاں آپ نے فرمایا وہ ایک ہی ہے اگر چاہو تو رجوع کر لو چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ (مسند احمد

ومسند ابی یعلیٰ)[1]

پہلے اس دلیل پر کچھ تبصرہ کرتے ہیں اس کے بعد ہم ان شاء اللہ موصوف کی دوسری دلیل قارئین کے سامنے لائیں گے۔ ازاں بعد اس پر بھی کچھ تبصرہ کیا جائے گا۔ ان دو دلیلوں پر غور کرنے سے قارئین پر ان دو دلیلوں کی حقیقت ان شاء اللہ پوری طرح کھل جائے گی۔

یہ حدیث موصوف نے مسند امام احمد سے پیش کی ہے صحاح ستہ سے نہیں نہ صحیح بخاری سے نہ صحیح مسلم سے۔ ہمیں مسند امام احمد سے بھی اختلاف نہیں لیکن کاش پیش کرنے والے کو یہ بھی تو معلوم ہوتا کہ حضرت امام احمد ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو تین ہی مانتے ہیں آپ کتاب الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں:

وَمَنْ طَلَّقَ ثَلاثًا فِي لَفْظٍ واحِدٍ فَقدْ جَهِلَ، وحَرُمَتْ عَلَيْه زَوْجَتُه، ولا تَحِلُّ لَهُ أَبَدًا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.[2]

ترجمہ: "جس نے ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دے دیں تو بیشک اس نے جہالت کا ارتکاب کیا پر اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور اسکے لئے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔"

پھر اس کے رواۃ میں محمد بن اسحق بھی ہیں جن کی روایت حرام و حلال کے فیصلوں میں محدثین کے ہاں لائق قبول نہیں پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ صحاح ستہ کی کتب سنن میں حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس کے معارض موجود ہے جس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ حضرت رکانہ نے سہیمہ کو تین طلاق نہ دی تھی، طلاق البتہ دی تھی۔ البتہ کا اطلاق حسب نیت ایک اور تین دونوں پر ہو سکتا

---

(1) روزنامہ جنگ لندن۔

(2) کتاب الصلوٰۃ ص ۷۷، طبع مصر۔

ہے۔ امام ترمذی لکھتے ہیں:

وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ فِي طَلَاقِ البَتَّةِ، فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، أَنَّهُ جَعَلَ البَتَّةَ وَاحِدَةً وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ جَعَلَهَا ثَلَاثًا، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ: فِيهِ نِيَّةُ الرَّجُلِ، إِنْ نَوَى وَاحِدَةً فَوَاحِدَةٌ، وَإِنْ نَوَى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ[1]

ترجمہ: "حضور ﷺ کے صحابہ اور دوسرے اہل علم حضرات کا طلاق البتہ میں اختلاف ہے حضرت عمر سے منقول ہے کہ یہ ایک ہی طلاق ہے حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے اسے تین قرار دیا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ (طلاق البتہ میں) طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک واقع ہوگی تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوگی۔"

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کتاب الطلاق میں ایک باب یہ باندھا ہے باب فی البتۃ[2] اور اس میں حضرت رکانہ کا واقعہ طلاق البتہ کی ذیل میں روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت رکانہ سے لفظ البتہ کے بارے میں ان کی مراد پوچھی اور اس پر ان سے حلف لیا، انہوں نے کہا بخدا میں نے اس سے ایک طلاق ہی مراد لی تھی۔ آپ نے اس پر انہیں اس عورت کی طرف لوٹنے کی اجازت دی۔

سنن ابی داؤد کی یہ روایت طلاق البتہ حسب ذیل ہے اسے حضرت امام شافعیؒ اپنے چچا محمد بن علی بن شافع سے وہ اسے عبید اللہ بن علی ابن السائب سے وہ اسے حضرت رکانہ کے پوتے نافع بن عمیر سے روایت کرتے ہیں:

---

(1) جامع ترمذی جلد ۱، ص ۱۴۰۔

(2) ج ۱ ص ۳۰۷۔

أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟»، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،(1)

ترجمہ: ”رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی پھر اس نے حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور کہا کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم (کھا کر بتلا کہ کیا) تو نے صرف ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے؟ رکانہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے حضور ﷺ نے اس کی بیوی اسے واپس دلوادی (الحدیث)“

معلوم ہوتا ہے کسی راوی نے لفظ البتہ سے اسے تین طلاق سمجھ لیا اور آگے اس روایت میں اختصار کر دیا امام ابوداؤد نے پوری روایت تفصیل سے پیش کر دی اور آخر میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں دیا۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، لِأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ»(2)

ترجمہ: امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن جریج کی حدیث کی بہ نسبت یہ حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں یہ مذکور تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں

---

(1) سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۳۰۷۔

(2) ایضاً۔

(اس مذکورہ حدیث کے زیادہ صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) گھر والے گھریلو معاملات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور ابن جریج سے مروی حدیث بنی ابی رافع کے کسی شخص سے اور عکرمہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

امام دار قطنیؒ اپنی سنن میں امام ابو داؤد کی یہ تصحیح اس طرح نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.(1)

امام بیہقیؒ (۴۵۸ھ) بھی سنن کبری میں حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَطَلَّقَ رُكَانَةُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ وَهِيَ تَحْتَمِلُ وَاحِدَةً وَتَحْتَمِلُ الثَّلَاثَ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِيَّتِهِ وَأَحْلَفَهُ عَلَيْهَا، وَلَمْ نَعْلَمْهُ نَهَى أَنْ يُطَلِّقَ الْبَتَّةَ يُرِيدُ بِهَا ثَلَاثًا(2)

ترجمہ: "امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی اور اس میں ایک طلاق اور تین طلاقوں دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے تو حضور ﷺ نے اس سے اس کی نیت کے بارے میں پوچھا اور اس پر اس سے قسم لی اور ہم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے طلاق البتہ سے تین طلاقیں دینے سے منع کیا ہو (یعنی یہ جائز ہے) اور اس سے تینوں واقع ہو جائیں گی۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی امام ابو داؤد، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔(3)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی سنن ترمذی میں باب باندھا ہے:

---

(1) سنن دار قطنی جلد ۲، ص ۴۳۹۔

(2) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۲۹۔

(3) دیکھئے تلخیص الحبیر ص ۳۱۹۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ[1]

اور آپ نے اس میں حضرت رکانہ کی یہ حدیث جس میں حضور اکرم ﷺ نے ان سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا انہوں نے اس سے ایک ہی طلاق مراد لی تھی، روایت کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت رکانہ سے یہ جو بار بار پوچھا کہ ان کی نیت اس طلاق البتۃ سے کیا واقعی ایک طلاق کی ہی تھی یہ جتلاتا ہے کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو حضور اکرم ﷺ انہیں کبھی اس کی طرف لوٹنے کی اجازت نہ دیتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق واقعی تین طلاق ہی قرار پاتی ہے اور ایک مجلس میں تین طلاق پانے والی مطلقہ عورت بدوں کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے اپنے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ اگر رکانہؓ نے تین طلاق کی نیت کی ہوتی تو تینوں واقع ہو جاتیں اگر تین کی نیت سے بھی ایک ہی واقع ہوتی تو حضور ﷺ کا رکانہ سے قسم لینا بے کار ہو جاتا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔[2]

عام طلاق اور طلاق البتۃ میں کیا فرق ہے؟:

عام طلاق دی گئی عورت سے اس کا خاوند عدت کے اندر اندر بلا نکاح جدید رجوع کر سکتا ہے۔ نئے سرے سے نکاح کی ضرورت نہیں مگر البتۃ طلاق سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اسے اپنے خاوند کی طرف لوٹنے کے لیے نئے نکاح کی ضرورت ہو گی۔

روزنامہ جنگ لندن کے مضمون نگار نے حضرت رکانہ کی اس روایت پر دوسرا حوالہ ابی یعلیٰ سے پیش کیا ہے۔ اس کے راویوں میں بھی وہی محمد بن اسحاق موجود ہیں۔ جن کی روایت حرام و حلال کے سلسلے میں محدثین کے ہاں لائق قبول نہیں سمجھی جاتی

---

(1) جلد ۱، ص ۱۴۰۔

(2) شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸۔ امداد الاحکام ج ۲ ص ۵۸۰۔

اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت میں وہ صیغہ عن سے روایت نقل کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس اس موضوع پر حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحق کے سوا اور کون ہے؟

ہم ان کی پیش کردہ اس روایت پر اپنی بحث کو حضرت امام نووی شافعیؒ (۶۷۶ھ) کی اس تحقیق پر ختم کرتے ہیں۔ اس آئینہ میں قارئین کو فقہ جعفری کے پردوں کی پوری حقیقت نظر آجائے گی اس کے بعد ہم انشاء اللہ العزیز ان کی پیش کردہ دوسری روایت پر کچھ بحث کریں گے۔

شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) اس پہلی روایت پر لکھتے ہیں:

وَاحْتَجُّوا أَيْضًا بِحَدِيثِ رُكَانَةَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ أَلْبَتَّةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً قَالَ: اللَّه مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً فَهَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَوْ أَرَادَ الثَّلَاثَ لَوَقَعْنَ وَإِلَّا فَلَمْ يَكُنْ لِتَحْلِيفِهِ مَعْنًى وَأَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِي رَوَاهَا الْمُخَالِفُونَ أَنَّ رُكَانَةُ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرِوَايَةٌ ضَعِيفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَجْهُولِينَ وَإِنَّمَا الصَّحِيحُ مِنْهَا مَا قَدَّمْنَاهُ أَنَّهُ طَلَّقَهَا أَلْبَتَّةَ وَلَفْظُ أَلْبَتَّةَ مُحْتَمِلٌ لِلْوَاحِدَةِ وَلِلثَّلَاثِ وَلَعَلَّ صَاحِبَ هَذِهِ الرِّوَايَةِ الضَّعِيفَةِ اعْتَقَدَ أَنَّ لَفْظَ أَلْبَتَّةَ يَقْتَضِي الثَّلَاثَ فَرَوَاهُ بِالْمَعْنَى الَّذِي فَهِمَهُ وَغَلِطَ فِي ذَلِكَ[1]

ترجمہ: "انہوں نے حضرت رکانہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دیا اس میں تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کیا تم قسم کھاتے ہو کہ تم نے اس سے ایک طلاق ہی مراد لی تھی؟ انہوں نے کہا بخدا میں نے اس سے ایک طلاق ہی مراد لی تھی۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اگر انہوں نے تین کی نیت سے یہ طلاق البتہ دی ہوتی تو اس سے تین طلاق ہی واقع

(1) شرح صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۸۔

ہوتی ورنہ آپ ﷺ کا انہیں اس پر حلف دینا اس کا کوئی معنی نہیں دیتا اور وہ روایت جو مخالفین اس پر پیش کرتے ہیں کہ رکانہ نے اسے تین طلاق دیں اور حضور ﷺ نے اسے ایک قرار دیا تو یہ روایت ضعیف ہے جو مجہولین سے لی گئی ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ انہوں نے اسے طلاق البتہ دی تھی اور لفظ البتہ ایک اور تین دونوں پر بولے جانے کا احتمال رکھتا ہے۔"

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ وہ روایت جس میں حضرت رکانہ کے تین طلاق دینے کا ذکر ہے وہ ہرگز صحیح نہیں کسی راوی نے البتہ کے لفظ کو روایت بالمعنی کے ساتھ تین کہہ دیا تو ظاہر ہے کہ حرام و حلال کے فاصلوں میں ایسی مشتبہ روایتوں سے دلیل لانا اھل علم کو کسی طرح زیبا نہیں۔

امام ابو داؤد نے حضرت رکانہ کی روایت پر جو یہ باب باندھا ہے اس میں ایک اور حقیقت بھی کار فرما ہے۔ تین طلاقوں کے بعد رجوع کا منسوخ ہو جانا۔

بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ[1]

اس میں طلاق البتہ کا انکار نہیں کیا گیا ہے یہ صرف ابن جریج کی روایت کے پیش نظر کہا گیا ہے جس میں طلقتھا ثلثاً کے الفاظ ہیں۔ امام ابو داؤد اسے صحیح نہیں مانتے وہ نافع بن عجیر کی روایت کو اصح (صحیح ترین) کہتے ہیں۔

یہاں امام ابو داؤد یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ پہلے تین طلاق دینے کے بعد بھی رجوع کا حق رہتا تھا جو بعد میں (آیت الطلاق مرتان سے) منسوخ ٹھہرا، اب اپنے اختیار میں یہ دو طلاق ہی ہیں۔ جن کے بعد طلاق دینے والے کو اس عورت سے رجوع کا حق رہتا ہے تین طلاق کے بعد اسے رجوع کا حق نہیں ہے۔

سنن نسائی میں بھی یہ روایت موجود ہے اور امام نسائی نے اس پر یہ باب باندھا ہے:

---

(1) سنن ابی داؤد جلد:۱، ص۲۹۸۔

بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ «وَذَلِكَ بِأَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَنَسَخَ ذَلِكَ»، وَقَالَ: {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ} [البقرة: 229][1]

پہلے جب کوئی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو وہ اوروں کی نسبت اس عورت کے رجوع کا زیادہ حقدار سمجھا جاتا تھا گو اس نے اسے تین طلاق ہی کیوں نہ دی ہوں پھر یہ رجوع اس آیت سے منسوخ ٹھہرا کہ طلاق (جس کے بعد رجوع ہو سکے) دو ہی دفعہ ہے۔ الطلاق مرتان[2] (تیسری مرتبہ کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے)

مضمون نگار کی دوسری دلیل اور اس کا جواب:

روزنامہ جنگ لندن کے اس مضمون نگار نے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کے ایک ہونے پر دوسری روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی پیش کی ہے:

"ابو صہباء نے حضرت ابن عباس سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر کے زمانہ میں اور حضرت عمر کی خلافت کے تین سال تک تین طلاق ایک طلاق ہی شمار ہوتی تھیں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم ابو داؤد نسائی)

صحیح مسلم کی کونسی روایت کو امر واقع مانا جائے؟

پہلی روایت میں یہ بیان طاؤس حضرت ابن عباس سے نقل کرتا ہے اور حضرت عمر کی خلافت کے صرف دو سالوں کو ذکر کرتا ہے اور دوسری روایت میں طاؤس اسے

---

(1) جلد ۷، ص ۳۴۷۔

(2) پارہ: ۲، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹۔

حضرت ابن عباس سے نقل نہیں کرتا اسے ابو الصہباء کا ایک سوال کہتا ہے جس پر حضرت ابن عباس نے صرف نعم کہا اس میں حضرت عمر کے دور خلافت کے تین سالوں کا ذکر ہے کہ تین سال ایسا ہوتا رہا اور تیسری روایت میں یہی ابو الصہباء حضرت ابن عباس سے استفہام انکاری کے طور پر پوچھتا ہے اور اس میں حضرت عمر کے دور خلافت کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ ان تینوں میں امر واقع کیا ہے؟ مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں صرف دوسری صورت کو لیا ہے۔ اور صحیح مسلم کی پہلی اور تیسری روایات کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔

پھر موصوف نے صحیح مسلم کی اس روایت کی حمایت میں امام ابو داؤد اور امام نسائی کا نام تو لیا ہے امام بخاری کا نام نہیں لیا کہ انہوں نے اس روایت کو قبول نہیں کیا موصوف کو چاہیے تھا کہ تین طلاق ایک کرنے کے بڑے فیصلے میں (جس میں حرام کو حلال کرنے کی راہ نکلتی ہو) کوئی ایسی روایت پیش کرتا جس میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بات کھل کر سامنے آتی کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق حکماً ایک ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ صحیح مسلم کی ان تینوں روایات میں لسان شریعت سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ نہ موصوف نے اس بات کا کہیں ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو کیوں نہیں لیا۔

امام بیہقیؒ نے امام بخاریؒ کے لیے اسے ترک کرنے کی وجہ ظاہر کر دی ہے:

امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) اس وجہ وجیہ کو بیان کرتے ہیں جس کے باعث امام بخاری نے اس روایت کو ترک کیا ہے: آپ لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ أَحَدُ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (۱)

(1) سنن کبری جلد ۷، ص ۳۳۷۔

ترجمہ: یہ وہ حدیث ہے جس میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے امام مسلم نے اسے روایت کیا جبکہ امام بخاری نے اسے چھوڑ دیا اور امام بخاری کے ترک کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ صحیح مسلم کی یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباس کی دیگر (ان) تمام روایات کے خلاف ہے (جس میں آپ نے تین طلاقوں کا تین ہی واقع ہونا بیان کیا ہے)۔

اس کے بعد امام بیہقی نے حضرت ابن عباس کا صریح لفظوں میں ایک وقت میں دی گئی تین طلاق کو تین ماننا بیان کیا ہے کہ آپ ہمیشہ اس پر فتوے دیتے رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ:

۱۔ امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

«وَذَلِكَ بِأَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَنَسَخَ ذَلِكَ»، وَقَالَ: {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ[1]

پہلے جب کوئی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اس کو رجوع کا حق حاصل تھا گو اس نے اسے تین طلاق ہی کیوں نہ دی ہوں پھر یہ رجوع اس آیت سے منسوخ ٹھہرا کہ طلاق (جس کے بعد رجوع ہو سکے) دو ہی دفعہ ہے۔ الطلاق مرتان[2]

اس روایت میں تصریح ہے کہ اب حضرت ابن عباس کے ہاں تین طلاق کے بعد اسے رجوع کا کوئی حق نہیں اب تین طلاق تین ہی ہیں۔ انہیں ایک نہ کیا جا سکے گا؟

۲۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے ظاہر ہے کہ اس نے ایک ہزار طلاق ایک مجلس میں ہی دی ہو گی آپ نے اسے کہا:

---

(1) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۳۷۔

(2) پارہ: ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹۔

تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدَعُ تِسْعَمِائَةٍ وَسَبْعَةً وَتِسْعِينَ[1]

ترجمہ: تین طلاق تو شمار کر لے اور ۹۹۷ یونہی چھوڑ دے۔

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ تین طلاق واقع ہو گئیں اور نو سو ستانویں یونہی گئیں اگر آپ کے ہاں تین طلاق ایک ہی قرار پاتی تو وہ کہتے ایک ہی واقع ہوئی ۹۹۹ یونہی گئیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کا اپنا فتوے تین طلاق کو ایک قرار دینے کا ہرگز نہ تھا۔

۳۔ عمرو بن مرہ حضرت سعید بن جبیر سے یہ بھی روایت کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا: " حُرِّمَتْ عَلَيْكَ "[2]

ترجمہ: "حضرت ابن عباس سے مروی ہے آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی فرمایا اب وہ تجھ پر حرام ہو گئی۔"

۴۔ حضرت ابن عباس کے شاگرد امام مجاہد بھی آپ سے یہی روایت کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو نے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ مِائَةً قَالَ: " عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَيَجْعَلْ لَكَ مَخْرَجًا، {مَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا}- الحديث.[3]

آپ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں آپ نے فرمایا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی تو اللہ سے ڈرا نہیں کہ اللہ تیرے لئے نکلنے کا کوئی رستہ بنا دیتا۔

---

(1) سنن کبری ج ۷ ص ۵۵۱۔

(2) ایضا۔

(3) ایضا۔

آپ کے شاگرد امام عطاء بھی آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو سو دفعہ طلاق دینے پر فرمایا:

تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدَعُ سَبْعًا وَتِسْعِينَ[1]

ترجمہ: "تین طلاق تو شمار کر لے اور ۹۷ یونہی چھوڑ دے۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس کے اور بھی کئی شاگردوں سے ان کا یہی فتویٰ کہ تین طلاق تین ہی ہیں ایک نہیں، صریح لفظوں سے نقل کیا ہے امام ابوداود رحمہ اللہ بھی امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں آپ نے کہا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: " يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ، فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: {وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا} [الطلاق: ٢]، وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ، وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ} [الطلاق: ١] فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ، وَغَيْرُهُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَيُّوبُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، جَمِيعًا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ

(1) سنن کبریٰ ج ۷ ص ۵۵۲۔

عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّهُمْ قَالُوا: فِي الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ أَنَّهُ أَجَازَهَا، قَالَ: وَبَانَتْ مِنْكَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ[1]

ترجمہ: "حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ یہ بات سن کر خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید آپ اس کو رجعت کا حکم دیں گے مگر پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور حماقت پر سوار ہو جاتا ہے پھر نادم ہو کر کہتا ہے کہ اے ابن عباس اے ابن عباس (کوئی خلاصی کا رستہ نکالو) حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (مشکل سے نکلنے کے لئے) کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرمائے گا جبکہ تو نے خوف خدا کو ملحوظ نہیں رکھا پس میں تیرے لئے نکلنے کا کوئی رستہ نہیں پاتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی (یعنی ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیں) اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت (یعنی طہر) کے آغاز میں دو۔۔۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد کی سند سے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے اسی طرح شعبہ نے بواسطہ عمرو بن مرہ بسند سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور روایت کیا اس کو ایوب اور ابن جریج نے بواسطہ عکرمہ بن خالد بسند سعید بن جبیر اور روایت کیا اس کو ابن جریج نے بواسطہ عبدالحمید بن رافع بسند عطاء اور روایت کیا اس کو اعمش نے بواسطہ مالک بن حارث اور اسی طرح روایت کیا اس کو ابن جریج نے بواسطہ عمرو بن دینار حضرت ابن عباس سے سب ہی نے اس میں تین طلاق کا ذکر کیا

(1) سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۲۹۹۔

ہے اور کہا کہ ابن عباس نے اس کو نافذ کیا اور فرمایا کہ تو نے اپنی بیوی کو جدا کر دیا ایسے ہی اسمٰعیل کی حدیث ہے بوساطہ بسند عبد اللہ بن کثیر۔"

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے تمام شاگرد (ماسوائے طاؤس کے) یہی روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے کا فتویٰ ہی دیتے رہے تو یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ روایت کریں کہ آپ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک طلاق ٹھہراتے تھے اور خود آپ تین طلاق کو تین میں ٹھہراتے رہے۔ سولازمی طور پر صحیح مسلم کی مذکورہ روایت جس میں ابوالصہباء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سارے دوسرے شاگردوں کے خلاف ان سے تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کررہا ہے۔ کسی طرح اپنے ظاہر پر لائق تسلیم نہیں ٹھہرتی۔

امام بخاری نے غالباً اسی وجہ سے اس حدیث کو قبول نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کی دوسری تمام روایات اور فتاوی اس کے خلاف ہے۔ حضرت امام بیہقی کا یہ بیان ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

ابوالصہباء کے بارے میں بھی کچھ جانتے چلیں:

اسے طاؤس حضرت ابن عباس کے موالی میں ذکر کرتے ہیں مگر یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے موالی میں کہیں ان کا پتہ نہیں ملتا۔ علامہ علاء الدین علی بن عثمان الترکمانی (۷۴۵ھ) حافظ ابن عبد البر مالکی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ مسلم کی یہ روایت وہم اور غلط ہے اور اہل علم کے ہاں اس روایت کی اہمیت نہیں امام بخاری نے اسی لئے اس روایت کو قبول نہیں کیا آپ لکھتے ہیں:

ان ابا الصهباء له مدخل في رواية هذا الحديث عند البيهقى وأبو الصهباء ممن روى عنهم مسلم دون البخاري وتكلموا فيه - قال الذهبي في الكاشف قال النسائي ضعيف فعلى هذا يحتمل ان البخاري ترك هذا الحديث لاجل أبي الصهباء وذكر

صاحب الاستذكار ان هذه الرواية وهم وغلط لم يعرج عليها احد من العلماء وقد قيل أبو الصهباء لا يعرف في موالی ابن عباس[1]

صحیح مسلم کی اس روایت میں تین پیرایہ بیان ہیں جو آپس میں مختلف ہیں۔ امام قرطبی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں باوجود ابن عباس کے اصحاب کی مخالفت کے اس کے الفاظ میں بھی اضطراب پایا جاتا ہے اور طاؤس کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تین طلاق کو ایک سمجھا جاتا تھا تو ایسی بات عادۃً شائع اور عام ہونی چاہئے تھی نہ کہ یہ بات ایک ہی شخص (یعنی جناب طاؤس) نقل کرتا اور وہ بھی ایک ہی شخص (یعنی ابن عباس) سے اس کو روایت کرتا اگر یہ مسئلہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتا اور اکثر صحابہ اس کو جانتے تو دوسرے بہت سے صحابہ اور تابعین اس کو روایت کرتے اس لئے اگر اسے قطعی طور پر باطل نہ کہا جائے تب بھی جناب طاؤس کی حدیث پر عمل کرنے سے توقف کرنا لازم ہے۔ امام قرطبی کا یہ بیان حافظ ابن حجر سے سنئے:

قَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي الْمُفْهِمِ وَقَعَ فِيهِ مَعَ الِاخْتِلَافِ عَلَى بن عَبَّاسٍ الِاضْطِرَابَ فِي لَفْظِهِ وَظَاهِرُ سِيَاقِهِ يَقْتَضِي النَّقْلَ عَنْ جَمِيعِهِمْ أَنَّ مُعْظَمَهُمْ كَانُوا يَرَوْنَ ذَلِكَ وَالْعَادَةُ فِي مِثْلِ هَذَا أَنْ يَفْشُوَ الْحُكْمَ وَيَنْتَشِرَ فَكَيْفَ يَنْفَرِدُ بِهِ وَاحِدٌ عَنْ وَاحِدٍ قَالَ فَهَذَا الْوَجْهُ يَقْتَضِي التَّوَقُّفَ عَنِ الْعَمَلِ بِظَاهِرِهِ إِنْ لَمْ يَقْتَضِ الْقَطْعَ بِبُطْلَانِهِ[2]

اس کے آگے حافظ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام قرطبی نے شرح مسلم میں اس

---

(1) الجوہر النقی علی البیہقی جلد ۷، ص ۳۳۷۔

(2) فتح الباری جلد ۹، ص ۴۵۶۔

جواب کو پسند کیا ہے اور حضرت عمر فاروق کے قول سے اس کی تائید بھی فرمائی کہ لوگوں نے طلاق کے معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اس کے لئے لوگوں کے پاس مہلت موجود تھی اور امام نووی نے بھی یہی فرمایا اور یہ صحیح ترین جواب ہے۔

وَهَذَا الْجَوَابُ ارْتَضَاهُ الْقُرْطُبِيُّ وَقَوَّاهُ بِقَوْلِ عُمَرَ إِنَّ النَّاسَ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ وَكَذَا قَالَ النَّوَوِيُّ إِنَّ هَذَا أَصَحُّ الْأَجْوِبَةِ[1]

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے دوسری کئی روایات کی روشنی میں اس میں شذوذ کا دعوی کیا ہے کہ حضرت ابن عباس تین طلاق سے تین طلاق ہی لازم کرتے ہیں اور حضرت ابن المنذر سے نقل کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس حضور ﷺ سے ایک بات یاد رکھتے ہوئے پھر خود ہی اس کے خلاف فتوی دیں پس تمام روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے لامحالہ ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی اور ظاہر بات ہے اکثر علماء نے ابن عباس سے جو نقل کیا ہے اس کو مان لینا اس بات سے بہت بہتر ہے کہ کسی ایک شخص کی بات مانی جائے جبکہ وہ ایک شخص سب کے خلاف روایت کرتا ہے اور ابن عربی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے پس ابن عباس کی (صحیح مسلم کی) یہ روایت کس طرح اجماع پر مقدم کی جاسکتی ہے۔

أَنَّهُ لَا يُظَنُّ بِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يَحْفَظُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَيُفْتِي بِخِلَافِهِ فَيَتَعَيَّنُ الْمَصِيرُ إِلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَخْذُ بِقَوْلِ الْأَكْثَرِ أَوْلَى مِنَ الْأَخْذِ بِقَوْلِ الْوَاحِدِ إذا خالفهم وَقَالَ بن الْعَرَبِيِّ هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَلَفٌ فِي صِحَّتِهِ فَكَيْفَ يُقَدَّمُ عَلَى الْإِجْمَاعِ[2]

---

(1) ایضاً۔

(2) فتح الباری جلد ۹، ص ۴۵۵۔

قاضی شوکانی حضرت امام احمد سے طاوؤس کا شذوذ اس طرح نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كُلُّ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَوْا عَنْهُ خِلَافَ مَا قَالَ طَاوُسٌ (1)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس کے دوسرے سارے شاگرد آپ سے اس بات کے خلاف روایت کرتے ہیں جو طاوؤس کہہ رہے ہیں۔"

پھر اس روایت کے ان الفاظ پر بھی ذرا غور کریں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد رسالت یہاں تیئس ۲۳ سال رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ان میں سے بطور صحابی کتنے سالوں کی شہادت دے سکتے ہیں؟ صرف دو سالوں کی اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں کی حیات کے آخری دو سال۔ اب ظاہر ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر وقائع حیات دوسروں سے ہی سنے ہیں۔ خود آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دو سال ہی پائے اور وہ بھی آخری دنوں میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۶۱ سال کی تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہجرت سے دو برس یا ایک برس پہلے ہوئی اور آٹھ یا نو برس کی عمر تک مکہ معظمہ میں ہی رہے۔ ہجرت کے بعد جو لوگ مکہ معظمہ میں رہ گئے تھے۔ ان کو احکام شرعیہ میں کچھ بھی واقفیت نہ تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ فتح کے لیے ہجرت سے آٹھویں سال مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت ابن عباس، حضرت عباس کے ہمراہ مکہ معظمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو اپنے ہمراہ لے لیا اور حضرت ابن عباس کو باقی ذریت اور مستورات کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ فرما دیا۔ غزوہ خیبر حضرت ابن عباس کے مدینہ

---

(1) نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۷۶۔

منورہ آنے سے چند سال قبل ہو چکا تھا اور غزوہ اوطاس کہ اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اس کے ساتھ واقع ہوا اس غزوہ میں بھی حضرت ابن عباس ساتھ نہ تھے۔ اور نہ ان دونوں غزوات کے واقعات سے حضرت ابن عباس کو کچھ بھی اپنے طور پر خبر ہو سکی صرف دوسرے صحابہ کرام کی زبانی آپ کو ان دونوں غزوات کا علم ہوا۔ (1)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے صرف دو سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے کا شرف پایا اور ان دنوں میں حضور اکرم ﷺ زیادہ اسفار میں رہے۔ حجۃ الوداع بھی انہی دنوں ہوا اور اس کے جلد ہی بعد آپ ﷺ کو سفر آخرت پیش آیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی۔ شاید ہی حضور ﷺ کے اس دو سالہ عہد رسالت میں مدینہ منورہ میں کوئی طلاق ثلثہ کا واقعہ پیش آیا۔ جسے ایک طلاق قرار دیا گیا ہو پھر اب یہ فیصلہ قارئین خود کریں کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت میں کہ عہد رسالت میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔ طلاق ثلثہ کے کونسے اور کتنے واقعات ہو سکتے ہیں۔

اگر کچھ واقعات فرض بھی کر لیے جائیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ وہ وقائع حضرت ابن عباس کے اپنے دیکھے نہ ہوں گے انہوں نے کچھ ایسی باتیں دوسروں سے سنی ہوں گی۔ یہ صورت حال پتہ دیتی ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت میں جو صحیح مسلم سے پیش کی گئی ہے، لسان رسالت سے طلاق ثلثہ کا مسئلہ کچھ بھی بیان نہیں کیا گیا۔ نہ اس میں کسی ایک واقعہ کی نشاندہی کی گئی ہے یہ ان لوگوں کی زیادتی ہے۔ جو اسے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے طلاق ثلثہ کا دوٹوک فیصلہ کہہ رہے ہیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ جو الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ کے عہد میں ایک

---

(1) فتاوی عزیزی ص ۵۴۹۔

مجلس کی طلاق ثلثہ ایک طلاق ہی سمجھی جاتی تھی۔ اس میں یہ صراحت کہیں نہیں ملتی کہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا تو وہ حضور ﷺ کے علم میں لایا گیا اور آپ نے اسے ایک طلاق ٹھہرایا سو اس حدیث کو کسی طرح مرفوع حدیث نہیں کہا جا سکتا ہے جسے لسان رسالت کا صریح فیصلہ کہا جا سکے۔

اس حدیث کے بارے میں یہ رائے کچھ ہماری ہی نہیں حافظ ابن حزم (۴۵۶ھ) جو فقہ حنفی ہی کے نہیں کسی بھی فقہ کے پیرو نہ تھے وہ بھی یہی لکھتے ہیں:

فَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهُ أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - هُوَ الَّذِي جَعَلَهَا وَاحِدَةً،أَوْ رَدَّهَا إِلَى الْوَاحِدَةِ، وَلَا أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - عَلِمَ بِذَلِكَ فَأَقَرَّهُ، وَلَا حُجَّةَ إِلَّا فِيمَا صَحَّ أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - قَالَهُ أَوْ فَعَلَهُ أَوْ عَلِمَهُ فَلَمْ يُنْكِرْهُ[1]

ترجمہ: "اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ حضور ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک کیا تھا یا ان کو ایک کی طرف لوٹایا تھا اور نہ اس میں کوئی ایسی بات ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اس کو برقرار رکھا ہو اور حجت تو صرف وہی ہے جو حضور نے فرمایا ہو یا کوئی کام کیا ہو یا کسی بات کا آپ کو پتہ لگا ہو اور آپ نے اس پر نکیر نہ فرمائی ہو۔"

یہاں پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اس حدیث میں جو صورتِ حال بیان کرتے ہیں اس پر خود آپ کو کتنا یقین تھا؟ کیا آپ خود بھی ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو ایک طلاق کہتے تھے یا آپ کا فتوے اسے تین طلاق ماننے کا ہی تھا؟ ان امور کی تحقیق سے ہم اس یقین پر پہنچتے ہیں کہ آپ اپنی اس روایت کو طلاق ثلثہ کی ایک ہونے پر حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ ہرگز نہ سمجھتے تھے۔ نہ آپ نے حضور ﷺ کو کوئی ایسا فیصلہ کرتے دیکھا یا سنا ہوگا۔ یہ رائے ہماری ہی نہیں۔ حضرت

(1) المحلیٰ جلد ۱۰، ص ۲۰۶۔

امام شافعی بھی اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود کوئی چیز روایت کریں اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دیں بدوں جانے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے خلاف بات کہہ گئے ہیں۔

لَا يُشْبِهُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرْوِي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا ثُمَّ يُخَالِفُهُ بِشَيْءٍ لَمْ يَعْلَمْهُ كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ خِلَافٌ[1]

پھر یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اس روایت کو حضرت ابن عباس کے شاگردوں میں سوائے طاؤس کے اور کوئی یہ ان سے روایت نہیں کرتا ان کے دوسرے سارے شاگرد ان سے طاؤس کی اس روایت کے خلاف روایات لاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے قارئین پیچھے دیکھ آئے ہیں۔

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل جو امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے استاد ہیں۔ طاؤس کی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كُلُّ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَوْا عَنْهُ خِلَافَ مَا قَالَ طَاوُسٌ[2]

(۲) پھر حضرت امام بخاریؒ نے بھی طاؤس کی اس روایت کو اس لیے ترک کیا کہ حضرت ابن عباس کے دوسرے سارے شاگرد طاؤس کے خلاف چلے ہیں۔

صحابہ و تابعین کے ہاں اب طلاق کی یہی ایک صورت تھی:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ہاں طلاق دینے کی صورت ہی ایک تھی کہ عورت کو ایک طلاق سے ہی فارغ کیا جائے آپ نے فرمایا:

«مَنْ أَرَادَ الطَّلَاقَ الَّذِي هُوَ الطَّلَاقُ فَلْيُطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً، ثُمَّ

(1) سنن کبریٰ امام بیہقی جلد ۷، ص ۳۳۸۔

(2) نیل الاوطار جلد ۶، ص ۲۷۶۔

يَدَعَهَا حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ»[1]

ترجمہ: "جو شخص صحیح معنی میں طلاق دینا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ صرف ایک طلاق دے کر عورت کو چھوڑ دے اور تین حیض گزرنے دے۔"

حضرت علی مرتضیٰ بھی یہی کہتے ہیں:

«لَوْ أَنَّ النَّاسَ أَصَابُوا حَدَّ الطَّلَاقِ، مَا نَدِمَ رَجُلٌ عَلَى امْرَأَةٍ يُطَلِّقُهَا وَاحِدَةً، ثُمَّ يَتْرُكُهَا حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ»[2]

ترجمہ: "اگر لوگوں کو طلاق پر حد جاری ہو تو کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد شرمندہ نہ ہو وہ عورت کو ایک طلاق دے دے پھر اسے تین حیض آنے تک چھوڑے رکھے۔"

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (۹۵ھ) بھی پہلے دور کے حضرات کا یہی طور طلاق بتلاتے ہیں۔

«كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً، ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ»[3]

ترجمہ: "اسلاف اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ کہ آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے اور پھر عدت گزرنے تک اسے چھوڑے رکھے۔"

یہ بات حضرت طاؤس بن کیسان (۱۰۵ھ) بھی جانتے تھے کہ طلاق السنہ یہی ہے کہ طلاق دینے والا ایک طلاق سے ہی عورت کو اپنے نکاح سے فارغ کرے۔

قَالَ: "طَلَاقُ السُّنَّةِ: أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَاهِرًا فِي غَيْرِ

---

(1) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۶۔

(2) ایضاً۔

(3) ایضاً ص ۵۷۔

جِمَاعٍ، ثُمَّ يَدَعُهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا(1)

ترجمہ: "حضرت طاؤس سے بھی مروی ہے کہ طلاق السنہ یہی ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایام طہر میں ایک طلاق دے جس میں وہ اس سے ہمبستر نہ ہوا ہو پھر اسے اپنے حال میں رہنے دے۔ (اس کی طرف رجوع نہ کرے) یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔"

یہ چاروں روایات الکتاب المصنف لابی بکر بن ابی شیبہ کی جلد ۴ ص ۵۶ اور ص ۵۷ سے لی گئی ہیں۔ حضرت ابو قلابہ سے بھی یہی مروی ہے کہ طلاق السنہ ایک طلاق سے عورت کو اپنے نکاح سے فارغ کرنا تھا۔ پہلے دور میں صحابہ اس طور طلاق کو پسند کرتے تھے۔ اس میں کسی پر کوئی ندامت اور پچھتاوا نہیں آتا اب جو کام تین طلاق سے لیا جاتا ہے۔ اس پہلے دور میں وہ ایک طلاق سے لیا جاتا تھا۔ ان دنوں تین طلاق عملاً ایک طلاق سے بھی ہو جاتی تھیں۔ یہ نہیں کہ عدداً تین طلاق دینے کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ جو شخص پختہ ارادے سے اپنی بیوی سے فارغ ہونا چاہے وہ ایک طلاق سے بغیر رجوع کیے اس کی عدت پوری ہونے پر اس سے فارغ ہو جاتا اور وہ عورت بھی جہاں چاہے نیا نکاح کر سکتی تھی ان دنوں تین طلاق کا کام ایک طلاق سے ہی لیا جاتا اس میں طلاق دینے والے کے لیے مزید سوچ اور سمجھ کا موقع باقی رہتا اور پھر مدت گزرنے پر اس کے کسی پچھتاوے کے بغیر عورت اس کے نکاح سے فارغ ہو جاتی ہے۔ ان دنوں تین طلاقوں کا نام ایک طلاق سے لیا جاتا یہ نہیں کہ تین طلاق دینے کو ایک طلاق کہا جاتا تھا اس طرح کے الفاظ کسی راوی سے کسی وہم یا سہو سے تو صادر ہو سکتے ہیں۔ لیکن اسے مندرجہ بالا چار شہادتوں کی روشنی میں پہلے دور کی صحیح ترجمانی نہیں کہا جاسکتا۔ تین طلاق کا کام ایک طلاق سے لینے کو ترد الی الواحدہ تو کہا جاسکتا ہے اسے تحسب واحدہ کہنا غلط ہوگا۔

---

(1) ایضاً ص ۵۶۔

ایک ضروری تنبیہ:

اس پہلے دور میں جب اس طرح ایک طلاق دے دی جاتی تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے تذکرے کئی دفعہ ہوئے ہوں گے تو یہ تذکرہ اسی طلاق کا تکرار سمجھا جاتا تھا اسے انشاء دوسری یا تیسری طلاق نہ سمجھا جاتا تھا ورنہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اس جملہ کا کہ کانوا یستحبون ان یطلقها واحدة کوئی معنی نہیں رہ پاتا۔ ایک طلاق کا کتنی بار بھی ذکر کیا جائے وہ ایک ہی رہتی ہے۔

صحیح مسلم کی اس روایت کو تسلیم کرنے کی صرف دو صورتیں:

ا۔ جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی (۹۵ھ) نے صحابہ کے پہلے دور کے طریق طلاق کا جو نقشہ کھینچا ہے کہ اس میں تین طلاق کا کام ایک طلاق سے ہی لیا جاتا تھا اس کی روشنی میں اگر صحیح مسلم کی اس زیر بحث حدیث پر مزید غور کریں تو بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ: طلاق الثلث واحدة کا مطلب یہ ہے کہ تین طلاق کا کام ایک طلاق سے لیا جاتا تھا یہ نہیں کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا کیونکہ اس دور میں تو تین طلاق دینے کا عام رواج نہ تھا چہ جائیکہ کہ ان کا ان دنوں کوئی حکم صادر ہوتا ہو کہ یہ ایک ہی ہیں۔ جب کوئی صورت میں واقع نہ ہو تو اس پر یہ حکم کیسے دیا جا سکتا تھا۔

ہمارے اس بیان کی تائید امام مسلم (۲۶۱ھ) کے ہم عصر جلیل القدر محدث حافظ ابوزرعہ رحمہ اللہ (۲۶۸ھ) کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔

مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدِي أَنَّ مَا تُطَلِّقُونَ أَنْتُمْ ثَلَاثًا كَانُوا يُطَلِّقُونَ وَاحِدَةً فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا[1]

ترجمہ: ”میرے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو تم اب ایک ہی دفعہ تین

(۱) سنن کبریٰ امام بیہقی جلد ۷، ص ۳۳۸۔

طلاق دے دیتے ہو (اس کام کے لیے) حضور اکرم ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابو بکر کے عہد میں اور حضرت عمر کے پہلے دور میں ایک ہی طلاق دیتے تھے۔"

سو اس روایت میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کی کوئی راہ نہیں کھلتی۔ صحیح مسلم کے ظاہر الفاظ سے اگر کوئی اضطراب پیدا ہوتا ہے تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ اسے حدیث مضطرب مانا جائے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے بعض محدثین سے نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں طلاق الثلث سے مراد وہ طلاق لی جائے جو اس منکوحہ عورت کو متفرق طور پر دی جائے جسے اپنے ہاں بسایا نہ گیا ہو وہ غیر مدخول بھا ہو۔ حضرت طاوٗس جو صحیح مسلم کی اس روایت کے راوی ہیں، انہی سے یہ روایت اس قید کے ساتھ مروی ہے ابو ایوب سختیانی اسے حضرت طاوٗس کے متعدد شاگردوں سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔

عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: " بَلَى كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ[1]

ترجمہ: "طاوٗس کہتے ہیں کہ ابو الصہباء نامی ایک آدمی جو حضرت ابن عباس سے

(1) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۳۸۔

بہت زیادہ سوال کیا کرتا تھا اس نے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو حضور ﷺ حضرت ابو بکر حضرت عمر کی خلافت کی ابتداء میں اسے ایک شمار کیا جاتا تھا حضرت ابن عباس نے کہا۔ جی ہاں۔"

آگے لکھتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ: وَيُشْبِهُ أَنْ يَكُونَ أَرَادَ إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا تَتْرَى[1]

ترجمہ: "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ تین طلاق مراد ہیں جو متفرق طور پر دی گئی ہوں۔"

امام مسلم کے شاگردوں میں امام ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی یہی بات کہی ہے کہ طاؤس سے یہ روایت اس قید کے ساتھ روایت کردہ سمجھی جائے گی۔

صحیح مسلم کی اس زیر بحث روایت کو ان دو صورتوں میں ہی قبول کیا جا سکتا ہے (۱) اسے اس معنی میں لیا جائے جو حافظ ابو زرعہ (۲۶۸ھ) نے بیان کیے ہیں اور صحیح مسلم کے ظاہر الفاظ میں کچھ اضطراب مانا جائے۔ (۲) امام ابو داؤد (۲۷۵ھ) اور امام نسائی (۳۰۳ھ) کے بیانات کی روشنی میں تسلیم کیا جائے کہ اس روایت میں سہو سے "قبل ان یدخل بھا" کے الفاظ رہ گئے ہیں۔ بصورت دیگر یہ بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اگر حضرت ابن عباس کے ہاں اسلام کے یہ پہلے دور کی خبر اپنے ظاہر الفاظ میں اسی طرح صحیح تھی تو پھر انہوں نے خود اس پر یقین کیوں نہ کیا اور خود ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو آپ تین طلاق کیوں کہتے رہے اور اس کے تین ہونے کا فتویٰ کیوں دیتے رہے۔

حضرت عمر نے بدلتے حالات میں کس طرح شریعت کو تحفظ دیا:

یہ بات آپ پہلے دیکھ آئے ہیں کہ صحابہ کرام کے پہلے دور میں ایک طلاق دینے

(1) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۵۵۴۔

کا ہی عام رواج تھا اور وہ حضرات اسی کو مستحب سمجھتے تھے کہ ایک طلاق سے ہی عورت کو بعد انقضاء عدت اپنے نکاح سے فارغ کر دیا جائے پھر جب لوگ جلد بازی کرنے لگے اور لگا تار طلاق دینے لگے جس میں پہلے دی گئی طلاق کا تکرار نہیں نئی طلاق کا ایراد ہوتا جسے تتابع الناس فی الطلاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے کہے الفاظ پر بند کیا اور انہیں اسے تکرار طلاق کہنے کا موقع نہ دیا تو یہ آپ کا بدلے حالات میں اس شریعت کو ہی ایک عملی تحفظ دینا تھا شریعت کو بدلنا ہرگز نہ تھا۔

اگر ایسا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس پر صحابہ کرام میں سے کوئی نکیر نہ کرتا ابھی لوگ حضرت ابو بکر صدیق کے خطبہ خلافت کے اس جملے کو نہ بھولے تھے کہ اگر میں کہیں غلطی کروں تو فوراً مجھے اس سے روکو۔ اس پر کسی کا کوئی سوال نہ اٹھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس میں شریعت میں ہرگز کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ تھی اور آپ کا جو فیصلہ تھا وہ صرف آپ کا فیصلہ نہ تھا سب کے مشورے سے تھا اور یہ تحفظ شریعت کے لئے تھا۔

آپ نے جب دیکھا کہ لوگ طلاق میں جلد بازی کرنے لگے اور پے در پے طلاق دینے لگے ہیں۔ شریعت نے انہیں طلاق میں سوچنے اور سمجھنے کا جو موقع دیا تھا اس سے یہ فائدہ نہیں اٹھا رہے اور پہلے سے جو ایک طلاق دینے کا طریقہ چلا آ رہا تھا یہ اس پر نہیں رہے تو آپ نے یہ اعلان فرمایا اور سب صحابہ کرام نے اسے بالاتفاق منظور کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بدلے حالات میں طلاق کا تاریخی اعلان:

إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ "[1]

ترجمہ: "لوگوں نے طلاق کے معاملے میں جلدی بازی کا مظاہرہ کیا حالانکہ ان کے لئے اس میں مہلت موجود تھی سو اگر ہم تین طلاقیں جاری کر دیں، پس

(1) صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۸۔

آپ نے تینوں ہی جاری کر دیں۔"

حضرت ابن عباس نے وہ صورت حال یہ بیان کی ہے جس میں آپ نے یہ فیصلہ فرمایا:

فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ تَتَايَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ، فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ»[1]

ترجمہ: "حضرت عمر کے دور خلافت میں جب لوگوں نے مسلسل طلاقیں دینا شروع کر دیا تو پھر حضرت عمر نے تینوں طلاقوں کو ہی جاری کر دیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں جب صحابہ سے کہا کہ ہم اس طرح طلاق دینے والوں کو ان کے اپنے کہے الفاظ پر بند نہ کر دیں؟ تو کسی نے بھی طلاق میں جلدی کرنے والے لوگوں کے حق میں کوئی بات نہ کی۔ سب نے آپ سے اتفاق کا اظہار کیا آپ نے اس پر پھر اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے (فلوا مضيناه عليهم) میں جمع متکلم کے الفاظ ہیں یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ یہ صحابہ کی پوری مجلس کا فیصلہ تھا آپ کی کوئی انفرادی رائے نہ تھی یہ صحابہ کرام کا اجماعی فیصلہ تھا جس کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہمیشہ اسی کے مطابق فتویٰ دیتے رہے۔ بیہقی کی یہ تصریح آپ پہلے مطالعہ کر آئے ہیں۔

اس سے یہ بات اور کھل جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ طاؤس کے اپنے شاگرد بھی ان سے یہ روایت اس طرح نقل کرتے جس طرح کہ یہ صحیح مسلم میں ملتی ہے بلکہ اس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ طلاق ثلثہ اس عورت کے بارے میں ہے جو نکاح کے بعد گھر نہ لائی گئی غیر مدخول بھا ہو۔ المصنف لابن ابی شیبہ (۲۳۵ھ) میں یہ روایت اس طرح ملتی ہے:

عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، وَعَطَاءٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُمْ قَالُوا:

---

(1) ایضاً۔

«إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ»[1]

ترجمہ: "جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو وہ ایک شمار ہو گی۔"

علامہ علاء الدین علی بن عثمان المار دینی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) اسے طاؤس سے نقل کرنے والوں کو ثقہ راوی کہتے ہیں:

ذكر ابن أبي شيبة بسند رجاله ثقات عن طاوس وعطاء وجابر بن زيد انهم قالوا إذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها فهي واحدة[2]

اس روایت میں حضرت طاؤس اکیلے نہیں امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت یہی ہے کہ یہ مطلق نہیں اس عورت سے مخصوص ہے جو ابھی گھر آباد نہ ہوئی ہو۔ (اور اسے تین طلاق بھی متفرق طور پر دی گئی ہو) سو صحیح مسلم میں اسے جو مطلق پیرائے میں روایت کیا گیا ہے۔ یہ صحیح نہیں طاؤس کو یہاں وہم لگا ہے کہ اس نے یہاں اس قید کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ماردینی آگے جا کر حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) کی کتاب الاستذکار سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

ان هذه الرواية وهم وغلط[3] یہ روایت وہم اور غلط ہے

امام نسائی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی اس طاوس کی روایت پر یہ باب باندھا ہے:

بَابُ: طَلَاقِ الثَّلَاثِ الْمُتَفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُولِ بِالزَّوْجَةِ

اس میں آپ نے اس روایت کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ روایت مطلق نہیں ہے یہ اس مطلقہ سے مخصوص ہے جو ابھی گھر نہ لائی گئی ہو اسے ایک طلاق بھی

(1) الكتاب المصنف في الاحاديث والآثار۔ جلد ۴، ص ۶۹۔
(2) الجوہر النقی جلد ۷، ص ۲۳۱۔
(3) ایضاً ص ۷ ۳۳۔

نکاح سے فارغ کر دیتی ہے پھر اسے دوسری یا تیسری طلاق دینا ایک فضول عمل ہے اس کی بعد کی یہ دو طلاقیں یونہی گئیں اس پہلو سے ان تین طلاقوں کو ایک ٹھہرانا کسی کے ہاں کوئی اختلافی مسئلہ نہیں رہتا۔

تاہم اس سے انکار نہیں کہ صحیح مسلم کی اس روایت کو مطلق ٹھہرانے میں کئی وہمات اور غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور محدث امام محی الدین النووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) جو نہ صرف حدیث کے جلیل القدر امام ہیں بلکہ اصول حدیث میں بھی وہ امامت کے درجہ میں ہیں۔ ان کی کتاب تقریب کی حافظ الحدیث علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے تدریب الراوی کے نام سے ایک شرح لکھی ہے آپ صحیح مسلم کی اس حدیث کو ان مشکل احادیث میں سے ایک سمجھتے ہیں۔ جو علماء حدیث کے ہاں اپنے اندر کئی اشکالات لئے ہوئے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعْدُودٌ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمُشْكَلَةِ[1]

خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسے ایک معضل مسئلہ کہتے رہے۔ ایک مرتبہ ایسی صورت پیدا ہوئی اور ایک شخص حضرت عبد اللہ بن زبیر اور عاصم بن عمرہ کے پاس آیا اس نے اپنی بیوی کو جو گھر نہ لائی گئی تھی غیر مدخول بہا تھی طلاق دی تھی ان دونوں سے مسئلہ پوچھا گیا حضرت عبد اللہ الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"إِنَّ هَذَا لَأَمْرٌ مَا لَنَا فِيهِ قَوْلٌ اذْهَبْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ فَإِنِّي تَرَكْتُهُمَا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَسَلْهُمَا ثُمَّ ائْتِنَا فَأَخْبِرْنَا فَذَهَبَ فَسَأَلَهُمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: أَفْتِهِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَدْ جَاءَتْكَ مُعْضِلَةٌ . فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ " الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "[2]

---

(1) شرح صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۷۔

(2) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۵۵۔

ترجمہ: ''یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہم اس پر کچھ نہیں کہہ سکتے تو تم ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ میں نے ابھی انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں چھوڑا ہے تم ان دو سے یہ مسئلہ پوچھو پھر ہمارے پاس آنا اور ہمیں بتانا کہ انہوں نے کیا کہا ہے وہ شخص پھر ان کے پاس گیا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اکراماً) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اسے فتوے دیں آپ کے پاس یہ ایک مشکل صورت حال آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے اسے اگر ایک طلاق دی ہے تو اس ایک طلاق نے اس عورت کو اس سے فارغ کر دیا اور اگر تین طلاق دی ہیں تو اب یہ عورت اس پر حرام ہو گئی۔ حضرت ابن عباس نے بھی یہی کہا اور (اس دوسری صورت کے بارے میں) فرمایا یہاں تک کہ وہ اب کسی اور شخص سے نکاح کرے (پھر وہ اپنے اس پہلے خاوند پر حرام نہ رہے گی)''

اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے ایک پیچیدہ مسئلہ کہا ہے اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی وہ روایت جو صحیح مسلم میں ہے وہ مطلق نہیں ہے اس عورت سے خاص ہے جو ابھی گھر میں نہیں بسائی گئی اور اسے اب جو طلاق ہوتی ہے وہ اکٹھی تین کی صورت میں نہیں ایک ایک کر کے ہوتی ہے۔

حضرت طاؤس بن کیسان جو صحیح مسلم کی زیر بحث روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے مطلق روایت کرنے میں متفرد ہیں (اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دوسرے سارے شاگرد حضرت ابن عباس سے اسے اس طرح روایت نہیں کرتے) وہ خود اسے ایک دوسری روایت میں اس عورت سے خاص کرتے ہیں جو غیر مدخول بھا ہو اور ان کی یہ روایت امام مسلم سے پہلے محدث جلیل ابو بکر ابن ابی شیبہ (۲۳۵ھ) اپنے المصنف میں ان سے روایت کر چکے ہیں اور پھر امام مسلم کے بعد ان کے شاگرد امام ابو داؤد (۲۷۵ھ) اور امام نسائی (۳۰۳ھ) اور ان کے بعد امام بیہقی

(۴۵۸ھ) بھی اسے اس عورت سے خاص کرتے ہیں۔ جو بعد نکاح ابھی گھر نہ لائی گئی ہو تو اب اس بات کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں رہتا کہ صحیح مسلم کی زیر بحث روایت بھی مطلق نہیں ہے اور غالباً حضرت طاؤس کو اسے روایت کرتے کہیں سہو ہو گیا ہے اور وہ اپنی اس روایت میں قبل ان یدخل بھا ذکر نہیں کر پائے سو امام مسلم کی اس مطلق روایت کو حضرت طاؤس کی اس دوسری روایت کی روشنی میں مطلق نہ سمجھا جائے گا اس سے اس روایت کی جملہ دوسری روایات سے بھی تطبیق ہو جاتی ہے اور صحیح مسلم کی یہ روایت محدثین کی احادیث مشکلہ سے بھی نکل جاتی ہے۔ اور ہم اوپر بتلا آئے ہیں کہ امام ابو داؤد (ج ۱ ص ۲۹۹) اسے حضرت طاؤس کے متعدد شاگردوں سے اس طرح اس قید قبل ان یدخل بھا سے روایت کرتے ہیں۔

پھر حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) بھی اسے احادیث مشکلہ میں سے سمجھتے ہیں جو اپنے ظاہر میں (قبل ان یدخل بھا کی قید کے بغیر) اس موضوع پر تمام ذخیرہ حدیث سے بلکہ خود طاؤس کی اپنی روایت سے بھی (جس میں یہ قید موجود ہے) ٹکرا رہی ہے۔ آپ نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام یہ ہے:

بیان مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان الطلاق الثلث واحدۃ

علامہ زاہد کوثری مصری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاشفاق علی احکام الطلاق میں حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

اعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من أئمة السلف المعتد بقولهم في الفتاوى في الحلال والحرام شيء صريح في أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا سبق بلفظ واحد[1]

(صحابہ تابعین اور وہ ائمہ سلف جن کا قول حلال و حرام کے مسئلے میں بطور فتوی

---

(1) الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۳۵۔

تسلیم کیا جاتا ہے ان میں سے کسی سے صراحتاً یہ بات ثابت نہیں کہ مدخول بھا عورت کو تین طلاقیں دی جائے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے)

صحیح مسلم کی اس زیر بحث روایت میں طلاق کے بارے میں دو مختلف حکم بیان کیے گئے ہیں ایک پہلے دور کا ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دو سال بعد کا۔ اس سے آیت میں مسئلہ بدلنے کا ایہام تو پیدا ہوتا ہے لیکن اس میں طلاق دینے کے بارے میں مسلمانوں کی عادت میں کسی تبدیلی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جب تک ہم اس پس منظر کو سامنے نہ رکھیں یہ بات سمجھنی بہت مشکل ہے کہ حالات بدلنے سے بسا اوقات فتویٰ بدل جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم صحیح مسلم کی اس حدیث کو سمجھنے کے لیے کچھ پس منظر کو بھی سامنے لائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں طلاق دینے کا عام طریق کیا تھا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں میں صحابہ کی کثرت تھی ظاہر ہے کہ صحابہ کرام میں جو تقویٰ اور حزم واحتیاط کی شان تھی وہ امت کے اگلے دور میں اسی طرح نہ رہ سکتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی شروع میں امت کی یہی شان تھی لیکن اس کے بعد امت مسلمہ میں صحابہ اکثریت میں نہ تھے اور تابعین میں تقوی اور تحمل کا وہ پہلا ساوقار نہ قائم رہ سکتا تھا جو صحابہ نبوت کے سائے میں اپنے اندر محسوس کرتے تھے۔ آیئے ہم یہاں یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس پہلے دور میں طلاق دینے کا عام طریق کیا تھا۔

ان پہلے دنوں میں طلاق دشمنی میں نہ دی جاتی تھی اور نہ یہ کوئی پسندیدہ عمل سمجھا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے ابغض المباحات فرمایا ہے کہ یہ صرف ضرورت کے وقت کا ایک عمل ہے جو جائز تو ہے لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند کرتے تھے۔

قرآن کریم نے بھی یہی راہ بتائی تھی کہ عورت کو طلاق دینی ہو تو تسریح باحسان

کے ساتھ دو (دیکھئے پ ۲، البقرہ ۲۲۹) اور جو کچھ تم اسے پہلے دے چکے ہو اس میں سے کچھ اس سے واپس نہ لو بلکہ اسے ایک جوڑا کپڑوں کا اور دو۔ اور اگر اس کی طرف رجوع کرنا ہو تو وہ معروف طریق سے چاہئے اسے ستانے کی نیت سے نہیں۔ اس نیت سے اس کی طرف رجوع کرنا گناہ ہے یہ اسلام کا ایک ضابطہ اخلاق ہے۔

طلاق کا تصور ابتداء سے ہی چلا آ رہا ہے اہل کتاب کے ہاں پرانے عہد نامہ کی کتاب استثناء کے باب میں اور نئے عہد نامے کی انجیل متی کے باب:۱۹ کی آیت:۹ میں طلاق والی عورت سے نکاح کرنے کو ناجائز بتلایا گیا ہے۔ عرب میں بھی اسلام سے پہلے طلاق کا عام رواج تھا۔ حضور ﷺ کے دعویٰ رسالت پر ابولہب نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے حضور ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق دلوائی تھی وہ اس رواج کا ایک عمل تھا۔

ان دنوں مردوں کو عورتوں پر جتنا غصہ ہوتا اس کے مطابق وہ انہیں سو سو بھی اور ہزار ہزار طلاق بھی دیتے اور پھر ایک مدت کے اندر ان سے رجوع کر لیتے پھر کبھی طلاق دیتے اور پھر رجوع کر لیتے اس طرح طلاق عرب سوسائٹی میں ایک مذاق بن کر رہ گئی تھی۔ اسلام میں پہلے اس تعدد طلاق سے روکا نہ گیا تھا اور مرد کو تین طلاق کے بعد رجوع کا حق حاصل رہتا تھا اسلام میں پھر اس سے روک دیا گیا۔

قرآن کریم کا حکم کہ مرد کو رجوع کا حق صرف دو طلاق تک ہی ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ......
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾[1]

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ دو طلاق تک اسے اختیار ہے کہ ایک مدت میں اس کی طرف رجوع کر لے یا اسے تیسری طلاق دے کر احسان سے چھوڑ دے... سو اگر وہ اسے یہ (تیسری) طلاق بھی دے تو اب وہ اس کے لیے حلال نہ ہو سکے گی جب تک کہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ بھی اسے چھوڑ دے۔

---

(1) پارہ:۲، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹۔۲۳۰۔

ظاہر ہے کہ اس انجام اور ندامت سے ہر شخص نفرت کرے گا اور کتنا ہی غصہ یا رنجش کیوں نہ ہو وہ اس حد تک جانے سے ڈرے گا وہ عورت کو نہ بھی رکھنا چاہے تو وہ دوران مدت رجوع نہ کر کے اس سے فارغ ہو جائے گا اور وہ مطلقہ عورت بعد عدت جہاں چاہے نکاح کر سکے گی اور اسے بھی (اگر وہ سمجھیں کہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے) اس سے نکاح کا حق رہے گا اور اگر وہ اس تیسری طلاق پر آگیا تو اس نے اب اپنا ہر حق اس سے ختم کر لیا۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ ارْتَجَعَهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا كَانَ ذَلِكَ لَهُ وَإِنْ طَلَّقَهَا أَلْفَ مَرَّةٍ فَعَمَدَ رَجُلٌ إِلَى امْرَأَةٍ لَهُ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ أَمْهَلَهَا حَتَّى إِذَا شَارَفَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا ارْتَجَعَهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا وَقَالَ: وَاللهِ لَا أُؤْوِيكِ إِلَيَّ وَلَا تَخْلِينَ أَبَدًا . فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ} [البقرة: 229] فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ الطَّلَاقَ جَدِيدًا مِنْ يَوْمِئِذٍ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ طَلَّقَ أَوْ لَمْ يُطَلِّقْ " هَذَا مُرْسَلٌ وَهُوَ الصَّحِيحُ قَالَهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ[1]

مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا تو وہ اسی کی ہوتی اگرچہ اس نے ہزار طلاقیں کیوں نہ دی ہوں۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا پھر اسے مہلت دی جب عدت پوری ہونے کی قریب آئی تو اس نے رجوع کر کے پھر طلاق دے دی اور اس نے کہا کہ نہ تو تجھے اپنے پاس رکھوں گا اور نہ ہی تجھے الگ کروں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری الطلاق مرتان۔۔۔ چنانچہ لوگوں نے اس دن سے نئے سرے سے طلاق دینا شروع کیا جس نے طلاق دی تھی یا نہ دی تھی۔

---

(1) سنن کبریٰ امام بیہقی جلد ۷، ص ۳۳۷۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ اس نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے۔ اور وہ کچھ نادم معلوم ہوتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا:

عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَيَجْعَلْ لَكَ مَخْرَجًا ، ثُمَّ قَرَأَ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ} [الطلاق: 1][1]

ترجمہ: "تونے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی تو اللہ سے کیوں نہیں ڈرا کہ وہ تیرے لئے کوئی راستہ بنا دیتا۔"

یہ آیت سورہ الطلاق میں ہے اس لیے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے اس مسئلہ طلاق پر منطبق کیا کہ اب تقوی چھوڑنے والے کے لیے اس پچھتاوے سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تین طلاق سے وہ اس کے رجوع سے نکل چکی اور باقی ستانوے طلاق اس کی یونہی گئی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی تفصیل سن لیں:

ان عَبْدُ اللهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ: أَمَّا أَنْتَ لَوْ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهَذَا، وَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ، وَعَصَيْتَ اللهَ فِيمَا أَمَرَكَ بِهِ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ يَعْنِي وَاللهُ أَعْلَمُ لَا رَجْعَةَ فِي الثَّلَاثِ وَإِنَّمَا الرَّجْعَةُ فِي الْمَرَّةِ وَالْمَرَّتَيْنِ يَعْنِي فِي التَّطْلِيقَةِ وَالتَّطْلِيقَتَيْنِ[2]

ترجمہ: "عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس مسئلہ (حالت حیض میں طلاق دینے) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے کہا اگر میں اپنی بیوی کو ایک یا دو مرتبہ طلاق دیتا

(1) سنن کبریٰ امام بیہقی جلد ۷، ص ۳۳۷۔
(2) سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۷، ص ۳۳۱۔

تو حضور ﷺ مجھے یہی حکم فرماتے اور اگر تو نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ تیرے لئے حرام ہے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔ اور تو نے اللہ کے اس حکم کی نافرمانی کی جو اس نے عورتوں کو طلاق دینے کے بارے میں بتلایا ہے یعنی تین طلاقوں کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا رجوع تو صرف ایک یا دو طلاق کے بعد ہوتا ہے۔"

پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کا حق تھا اس آیت سے منسوخ ہو چکا:

امام ابوداؤد اور امام نسائی سے ہم اس پر پہلے شہادت پیش کر چکے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں اس پر یہ باب بندھا ہے۔ باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث (جلد اول ۳۰۸) سنن نسائی میں بھی جلد ۲، ص ۱۲۰ پر یہ بات انہی لفظوں سے موجود ہے۔ اور امام بیہقی (۴۵۸ھ) کا بیان بھی ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔

سو اگر کہیں یہ روایت ملے کہ پہلے دور میں تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جاتا تھا تو اس سے وہ دور بھی مراد ہو سکتا ہے جب یہ آیت الطلاق مرتان نہ اتری تھی اور ان دنوں تین طلاق بھی ایک طلاق کے حکم میں تھی کہ ان کے بعد بھی رجوع ہو سکے۔ یہ نہیں کہ تین تین نہ تھی ہاں دونوں میں حکم ایک سا تھا۔ پھر اگر دور دراز کے رہنے والوں کو اس نسخ کی خبر نہ ملی ہو اور وہ اسی سابق طریقے پر تین طلاق کو اسی حکم میں سمجھتے رہے ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حزم (۴۵۷ھ) صحیح مسلم کی حدیث زیر بحث کے بارے میں پورے یقین سے کہتے ہیں کہ اس روایت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ لوگوں کے اس عمل کی حضور اکرم ﷺ کو خبر ہوئی اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا سو اس مضطرب روایت کو کسی طرح حدیث مرفوع کے درجے میں نہیں لیا جا سکتا۔

اس دور کے بعد طلاق سنت کسے سمجھا جاتا رہا:

قرآن کریم کا حکم الطلاق مرتان اترنے کے بعد صحابہ جو اس امت کے کامل ترین متقین تھے، جس عورت سے نبھانہ کر سکیں (مدت میں رجوع نہ کر کے) اس سے فارغ ہو جاتے تھے۔ بعد میں جو کام تین طلاق سے لیا جانے لگا ان کے ہاں یہ کام ایک طلاق سے ہی ہو جاتا تھا اس طریق طلاق اپنانے سے کبھی کسی شخص کو کوئی پریشانی یا ندامت لاحق نہ ہوتی نہ اسے اپنے کسی عمل کا پچھتاوا ہوتا اگر وہ چاہتا کہ میں پھر اس عورت سے نکاح کر سکوں تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی یہ لوگ صحیح طور پر خدا سے ڈرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے لیے راہیں کھلی رکھتے ہیں۔

صحیح مسلم کی اس روایت میں حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پہلے دور خلافت کی یہ حکایت تو ہے کہ اس وقت تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا لیکن اس میں اس حکایت کا محکی عنہ کہیں مذکور نہیں اس میں تحقیق کرنے والے جب اس پر تاریخ کے آئینے میں غور کرتے ہیں تو اس حکایت کا محکی عنہ انہیں کہیں نہیں ملتا۔ ایک مختلف فیہ موضوع کو شکوک وشبہات سے نکالنے کے لیے ان تین ادوار کے کچھ ایسے واقعات کی ضرورت ہے جو اس روایت کے اس خلا کو پورا کر سکیں اور وہ واقعات اپنے ثبوت میں بھی صحیح ہوں اور اپنی دلالت میں بھی صریح ہوں جو روایات خود مختلف فیہ ہوں یا متشابہات میں سے ہوں ان سے صحیح مسلم کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ روزنامہ جنگ لندن کے اس نادان مضمون نگار نے اپنے موقف پر صرف دو روایتوں کو پیش کیا ہے ان میں سے ایک مسند امام احمد اور مسند ابی یعلیٰ کے حوالے سے پیش کی گئی ہے اور دوسری صحیح مسلم کی یہ روایت ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد طاؤس آپ سے وہ روایت پیش کرتے ہیں جسے حضرت ابن عباس کے دوسرے شاگرد تسلیم نہیں کرتے اور بقول امام بیہقی (۴۵۸ھ) اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ترک کیا ہے۔ علامہ

ابو الولید محمد بن احمد الشہیر بابن رشد رحمہ اللہ (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:

وَأَنَّ جلَّةَ أَصْحَابِهِ رَوَوْا عَنْهُ لُزُومَ الثَّلَاثِ، مِنْهُمْ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَمُجَاهِدٌ، وَعَطَاءٌ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَجَمَاعَةٌ غَيْرُهُمْ، وَأَنَّ حَدِيثَ ابْنِ إِسْحَاقَ وَهْمٌ، وَإِنَّمَا رَوَى الثِّقَاتُ أَنَّهُ طَلَّقَ رُكَانَةُ زَوْجَهُ الْبَتَّةَ لَا ثَلَاثًا.[1]

علامہ محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) نے بھی طاوؤس کی اس روایت کے بارے میں جو کہا ہے ہم اسے پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اس پر ہم اس روایت کے تاریخی تجزیہ کو ختم کرتے ہیں۔

اس کے برعکس ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے چند وہ واقعات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا ذکر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اسے ایک طلاق نہیں کہا انہیں صحیح مسلم کی اس زیر بحث روایت کا جواب بالمعارضہ کہا جا سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تین طلاق کے واقعات اور آپ کا اسے ایک طلاق نہ کہنا:

۱۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی (ایک ہی دفعہ) دے دی ہے آپ اس پر بہت غضبناک ہوئے اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا کتاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے اور میں بھی تم میں موجود ہوں؟

اگر اس دور میں تین طلاق ایک ہی قرار دی جاتی تھی تو آپ کا اس پر شدت سے غضبناک ہونا کس لیے تھا۔ آپ فرما دیتے طلاق ایک ہی ہوئی اور اس کی دو طلاقیں بیکار گئیں جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی تو اسے یہی کہا جائے گا

(1) بدایة المجتهد ونهایة المقتصد ج۳ ص ۸۴۔

کہ تین تو واقع ہو گئیں اور باقی ۹۹۷ یونہی گئیں اس پر اتنی طلاقیں دینے پر کوئی غصہ نہ کیا جائے گا۔ اسے یہ اس کی ایک بے وقوفی سمجھا جائے گا۔ حضور ﷺ نے اپنے اس عمل سے بتلا دیا کہ اس نے الطلاق مرتان کے طریقے کے خلاف یہ تین طلاق دی ہیں اور تینوں واقع ہو گئیں ہیں اب اس نے اپنے اوپر رجوع کے سب دروازے بند کر لیے ہیں اس پر آپ اس سے ناراض ہوئے اور فرمایا یہ کتاب اللہ سے کھیلا جارہا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ طلاق ایک ہی واقع ہوئی ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اپنی سنن میں سند صحیح سے باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ میں اس طرح روایت کی ہے۔

أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: «أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟»[1]

زاد المعاد جلد ۴، ص ۵۴ پر ہے کہ اس کی سند امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے اس سے صحیح مسلم کی اس روایت کے ظاہر کی پوری تردید ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں تین طلاق کو ایک ہی طلاق سمجھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے اس طریق طلاق پر آنے سے ناراض تو ہوئے لیکن آپ نے انہیں رد نہیں کیا انہیں اسی طرح نافذ فرمایا۔

قاضی ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلم يرده النبي صلى الله عليه وسلم بل امضاه[2]

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد باب باندھا ہے: باب الرخصة فی ذلک اس کا معنی یہ ہے کہ تین طلاق دینے کی رخصت ہے یعنی یہ کوئی امر پسندیدہ نہیں اور اس میں امام نسائی یہ دوسری روایت لاتے ہیں۔

---

(1) سنن نسائی جلد ۲، ص ۳۶۔ مشکوۃ ص ۲۸۴۔

(2) دیکھئے تہذیب سنن ابی داؤد جلد ۳، ص ۱۲۹۔

۲۔ عویمر العجلانی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھ کر مجھے بتائیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو خلوت میں پائے تو کیا وہ اس شخص کو قتل کر دے؟ عامر نے خود حضور اکرم ﷺ سے اس لیے نہ پوچھا کہ آپ اس قسم کے سوالات سے اس سے ناراض نہ ہوں۔ اس پر حضرت عاصم حضور ﷺ کے پاس گئے اور اس صورت حال پر سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اس پر کچھ ناراضگی کا اظہار فرمایا پھر حضرت عویمر خود حضور ﷺ کے پاس گئے اور اپنی صورت حال گذارش کی۔ حضور ﷺ نے انہیں کہا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم اترا ہے تم جاؤ اور اسے لے کر آؤ۔

اس روایت کے راوی حضرت سہیل بن سعد الساعدی کہتے ہیں وہ گئے اور اپنی بیوی کو لے آئے اور پھر دونوں نے لعان کیا آگے حدیث ملاحظہ کریں:

قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَ عُوَيْمِرٌ قَالَ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

جب عویمر اور ان کی بیوی لعان سے فارغ ہو گئے تو عویمر نے کہا اب اگر میں اسے اپنے پاس رکھوں تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ میں نے جھوٹ بولا ہے پھر انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں قبل اس کے کہ حضور ﷺ انہیں حکم دیتے۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسی طرح ہے اور اس میں عویمر العجلانی کا اس طرح ایک مجلس میں اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاق دینا مذکور ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے نہ اس کے اکٹھی تین طلاق دینے پر کوئی ناراضگی فرمائی نہ یہ فرمایا کہ یہ ایک ہی طلاق ہے۔ اگر تین طلاق اکٹھی دینا ناجائز ہوتا تو آپ اس پر بھی ناراضگی کا

---

(1) صحیح مسلم ج ا ص ۴۸۹۔ سنن نسائی جلد ۲، ص ۱۰۰۔

اظہار کرتے۔

اس لیے امام نسائی نے اس پر یہ باب باندھا ہے باب الرخصة فی ذلك اور امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے:

باب من جوز الطلاق الثلاث[1]

اس پر امام المحدثین امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر اس طرح طلاق دینا ناجائز اور حرام ہوتا تو حضور ﷺ اس سے منع فرمادیتے آپ کا اس پر خاموش رہنا بتلاتا ہے کہ بیک دی جانے والی تین طلاقیں تین ہی ہیں ایک نہیں گو کہ ایسا کرنا گناہ ہے مگر طلاقیں واقع ہو جائیں گی

فَقَدْ طَلَّقَ عُوَيْمِرٌ ثَلَاثًا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ مُحَرَّمًا لَنَهَاهُ عَنْهُ، وَقَالَ: إِنَّ الطَّلَاقَ وَإِنْ لَزِمَكَ فَأَنْتَ عَاصٍ بِأَنْ تَجْمَعَ ثَلَاثًا فَافْعَلْ[2]

اور پھر آگے ص ۳۳۳ پر یہ باب باندھتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِمْضَاءِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ وَإِنْ كُنَّ مَجْمُوعَاتٍ

پیش نظر رہے کہ حضرت عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ہی دفعہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس وقت دی تھیں جب حضور ﷺ نے ابھی لعان پر آئندہ کا حکم صادر نہ فرمایا تھا۔ اگر اس وقت تین طلاق یکجا دینا ایک ہی طلاق سمجھا جاتا تھا تو آپ ﷺ نے یہاں اس طرح طلاق دینے پر ان پر نکیر کیوں نہ فرمائی؟ اور امام بخاری نے اس طرح تین طلاق واقع ہونے پر باب من جوز طلاق الثلث کیوں باندھا۔

(1) صحیح بخاری جلد ۲، ص۔

(2) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۲۹۔ حافظ ابن حزم ظاہری (۴۵۶ھ) بھی اسکا اعتراف کرتے ہیں: قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: لَوْ كَانَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ مَجْمُوعَةً مَعْصِيَةً لِلَّهِ تَعَالَى لَمَا سَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَنْ بَيَانِ ذَلِكَ - فَصَحَّ يَقِينًا أَنَّهَا سُنَّةٌ مُبَاحَةٌ. (المحلی ج۹ ص ۳۹۵)

سنن ابی داؤد کے بھی یہ الفاظ سامنے رکھیں کہ حضور ﷺ نے اس ایک وقت ہی دی گئی تین طلاق کو تین ہی نافذ فرمایا یہ نہ کہا کہ یہ تین طلاق ایک ہی شمار ہوں گی۔

فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ

۳۔ حضرت نافع بن عجیر کہتے ہیں حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی طلاق بتہ میں ایک اور تین دونوں احتمال ہو سکتے ہیں لیکن اس سے قطع تعلق ضرور ہو جاتا ہے اور یہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ طلاق دینے والے نے ایک کی نیت کی ہو تو یہ طلاق بائن ہے اور تین کی نیت کی ہو تو یہ طلاق مغلظہ ہے پھر اس سے نکاح نہ ہو سکے گا۔

حضرت رکانہ نے قسم کھا کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرا ارادہ ایک طلاق کا ہی تھا۔ حضور ﷺ نے پھر اس سے دوبارہ قسم لی کہ واقعی اس کا ارادہ ایک طلاق کا ہی تھا؟ آگے سنن ابی داؤد میں ہے:

فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(1)

حضور ﷺ نے اس کی بیوی اس کو لوٹا دی۔

امام ابو داؤد نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: باب فی البتۃ

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ طلاق بتہ میں اگر کسی نے تین کا ارادہ کیا ہو تو اس کی تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی ورنہ حضور ﷺ اس سے پھر قسم لے کر یہ نہ پوچھتے کہ تمہاری طلاق بتہ میں نیت کیا تھی؟ اگر اس دور میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھیں تو یہاں حضور ﷺ کو اس کی طلاق بتہ میں نیت پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

سو یہ کہنا کسی طرح درست نہیں مانا جا سکتا کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس کی

---

(1) سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۳۰۷۔

روایت میں طاوؤس کسی وہم کا شکار ہیں جب کہ حضرت ابن عباس کے دوسرے سب شاگرد طاوؤس کی اس روایت سے اتفاق نہیں کرتے اور حضرت ابن عباس کا اپنا فتوے بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک طلاق قرار دینے کا نہیں ہے۔

امام دار قطنی نے بھی اسے امام ابو داؤد سے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ(1)

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک بیوی کو اس کے ایام میں طلاق دی عورت کو اس کے ایام میں طلاق دینے سے آگے عدت کے شمار میں کئی مغالطے لگ سکتے ہیں اس لیے شریعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جب وہ اپنے طہر میں ہو تو پھر تم چاہو تو اسے طلاق دے سکتے ہو۔

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا، أَوْ حَامِلًا»(2)

ترجمہ: ”انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کے دنوں میں ایک طلاق دی حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کو حکم دو کہ وہ رجوع کرے پھر وہ پاکی یا حاملہ ہونے کی صورت میں اسے طلاق دے۔“

آگے مجمع الزوائد میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور! اگر میں نے تین طلاق دی ہوتی تو کیا میں اس سے رجوع کر سکتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ وہ تم سے جدا ہو جاتی اور ایسا کرنا گناہ ہوتا۔

---

(1) سنن دار قطنی جلد ۲، ص ۴۳۹۔

(2) صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۶۔

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ لِي أَنْ أُرَاجِعَهَا؟ قَالَ: "إِذًا بَانَتْ مِنْكَ، وَكَانَتْ مَعْصِيَةً"(1)

امام بیہقی اسے سنن کبری میں اس طرح روایت کرتے ہیں:

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَرَأَيْتَ لَوْ أَنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ يَحِلُّ لِي أَنْ أُرَاجِعَهَا؟ قَالَ: " لَا كَانَتْ تَبِينُ مِنْكَ وَتَكُونُ مَعْصِيَةً"(2)

یہ سوال کہ اگر میں اسے تین طلاق دیئے ہوتا تو کیا میں پھر بھی اس سے رجوع کر سکتا تھا؟ اس کا تعلق اس طلاق سے ہے جو آپ نے اسے اس کے ایام میں دی تھی ظاہر ہے کہ اس سے مراد ایک وقت کی تین طلاق ہے اور اس کو حضور ﷺ نے معصیت فرمایا ہے ورنہ مختلف طہروں میں دی طلاق ثلثہ تو کسی طرح معصیت نہیں بنتی۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بھی ایک وقت میں دی گئی تین طلاق کو ایک طلاق نہیں ٹھہراتے تھے۔ ان چار شہادتوں کی روشنی میں ہم کسی طرح اس بات کا یقین نہیں کر سکتے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں اور حضرت ابو بکر کے عہد میں تین طلاق کو ایک طلاق ہی سمجھا جاتا تھا۔ ہم علامہ ماردینی (۷۴۵ھ) کے اس فیصلے سے اختلاف نہیں کر سکتے کہ صحیح مسلم کی حضرت ابن عباس کی روایت میں وہم کو دخل ہے یا اس روایت میں کہیں یہ بات رہ گئی ہے کہ یہ روایت اس عورت سے متعلق ہے جو ابھی گھر نہ لائی گئی ہو جیسا کہ امام نسائی اپنی سنن میں اس روایت پر یہ باب باندھ کر اس حقیقت کو واضح کر گئے ہیں۔

اس پر ہم روزنامہ جنگ لندن کے اس مضمون نگار کی پیش کردہ دو حدیثوں کی بات ختم کرتے ہیں۔

---

(1) مجمع الزوائد جلد ۴، ص ۳۳۶۔

(2) سنن کبریٰ جلد ۷، ص ۳۳۴۔

طلاق ثلثہ کا مسئلہ یہاں ضمناً زیر بحث آگیا ہے ہمارا اصل موضوع حلالہ کے قرآنی مسئلے کو قارئین کے سامنے لانا ہے کہ اس نادان نے اسے بیٹیوں کی عصمت دری کہہ کر (گونادانستہ ہو) قرآن کریم سے نہایت شرمناک استہزاء کیا ہے۔

قرآن پاک پر بہتان باندھنے کی افسوسناک حرکت:

قرآن کریم کے مسئلہ حلالہ کے استخفاف اور اس سے کیے گئے استہزاء کے حوالے تو آپ دیکھ چکے۔ اب قرآن کریم پر باندھا گیا ایک شرمناک بہتان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن پاک سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۹ آپ مطالعہ کر چکے ہیں ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک اساک یا تسریح باحسان کی صورت دو طلاق کے بعد کی ہے تم اسے دوران عدت اپنے نکاح میں روک بھی سکتے ہو اور عدت گزر جائے تو پھر تم اس سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہو یہ تمہارا اختیار ایک یا دو طلاق کے بعد کا ہے۔ طلاق دینے والے کے لیے یہ صورت عمل اتفاقی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اس سے آگے آیت ۲۳۱ میں اس اساک و تسریح کو پھر اس طرح دہرایا گیا ہے۔

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾

ترجمہ: ”اور پھر جب تم نے طلاق دی عورتوں کو پھر وہ اپنی عدت کو پورا کرنے (کے قریب) کو پہنچیں تو تم انہیں اپنی زوجیت میں رکھ بھی سکتے ہو یا انہیں اپنے طریقے سے فارغ کرو (تمہیں ہر دو کا اختیار ہے۔)“

یہ تقریباً وہی مضمون ہے جو اس سے پہلی آیت کا تھا کہ مرد کا اختیار صرف دو طلاق تک ہے۔

اس سے آگے پھر اسے اس طرح بیان کیا گیا کہ اب دو طلاق کے بعد عدت پوری ہونے پر پھر وہ اپنے خاوندوں سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو تم انہیں اس سے نہ روکو۔ یہ ان کے اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے کی اجازت ایک یا دو طلاق کے بعد کی ہے تین طلاق کے بعد کی نہیں یہ آیت ۲۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

ترجمہ: اور پھر جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر وہ پہنچ چکیں اپنی عدت کو تو تم نہ روکو ان کو وہ نکاح کریں پھر اپنے انہی خاوندوں سے جب وہ راضی ہوں آپس میں دستور زمانے کے موافق۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کیا جس نے کچھ عرصہ بعد اسے طلاق دے دی اس نے رجعت نہ کی۔ اور عدت پورا ہونے پر وہ عورت اس کے نکاح سے فارغ ہو گئی۔ وہ اب کہیں بھی اپنا نکاح کر سکتی تھی کچھ وقت بعد اس شخص نے پھر حضرت معقل کو اس سے نکاح کا پیغام دیا مگر حضرت معقل نے اس کی بات نہ مانی لیکن ان کی بہن پھر اس سے نکاح کرنے پر راضی تھی اس پر یہ آیت اتری کہ تم انہیں اپنے خاوندوں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

ظاہر ہے کہ یہ آیت اسی صورت سے متعلق ہے جو ایک یا دو طلاق کے بعد ہو سکتی ہے ایک وقت میں دی گئی تین طلاق کے بعد کے لیے نہیں ہے۔

نہایت افسوس ہے کہ اس مکتب فکر کی ایک عورت ام فاطمہ نے اس آیت کو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق پر نہایت بے دردی سے کھلے عام پریس میں دیا ہے اس کا قرآن کریم پر یہ بہتان روزنامہ جنگ لندن کی ۶ نومبر ۲۰۱۳ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔ جب اس آیت سے پہلے کھلے طور پر وہ صورت ذکر کی گئی ہے جو دو طلاق کی حد تک مردوں کے اختیار میں ہے۔ تو اب اسے تین طلاق کے بعد کی صورت

حال پر منطبق کرنا کیا قرآن کریم پر ایک کھلا بہتان نہیں ہے۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق پر ہوا اختلاف اب تک صرف روایات تک محدود تھا اور اس پر اب تک کئی رسائل اور کتابیں لکھی جا چکیں۔ اسے قرآن کی اسی آیت سے ثابت کرنا ایک ایسی دیدہ دلیری ہے جس کی ہرگز کسی صاحب علم سے امید نہ کی جاسکتی تھی۔ قرآن پر باندھے گئے اس بہتان پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

سبحانك هذا بهتان عظيم

طلاق ثلٰثہ کے موضوع پر برطانیہ کے اہلحدیث (باصطلاح جدید)

علماء کے بیانات کا جائزہ

أَحْسَنُ الْاَثَاثِ فِیْ عِلْمِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ

المسمی بہ

طلاق ثلاثہ ومسئلہ حلالہ

از قلم

حافظ محمد اقبال رنگونی

مسئلہ تین طلاق اور مسئلہ حلالہ

برطانیہ کے علماء اہلحدیث (باصطلاح جدید) کے بیانات کا تجزیہ

از قلم۔۔ حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ..... أَمَّا بَعْدُ!

اہل سنت والجماعت اور مذہب شیعہ کے درمیان جن بنیادی احکام میں اختلاف واقع ہے ان میں سے ایک طلاق کا مسئلہ بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اگر مرد نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو وہ تینوں واقع ہو جائے گی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی پھر جب تک وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور اس کے گھر میں نہ بسے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی خبر دے دی ہے۔

اس کے برعکس شیعہ مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین مرتبہ طلاق دے دی تو وہ ایک ہی شمار ہو گی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔ شیعہ محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی (۳۲۹ھ) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یہ بات اس طرح نقل کرتا ہے:

عن أبي عبد الله (ع) قال: إياك والمطلقات ثلاثا في مجلس فإنهن ذوات أزواج[1]

تم لوگ ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاق والی عورتوں کے ساتھ نکاح سے بچنا کیونکہ وہ (ابھی تک) خاوندوں والی ہیں (یعنی ان کا نکاح ابھی ختم نہیں ہوا ہے)

(1) فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ تین طلاقوں کو ایک کہنا یہ شیعہ اور بعض اہل ظاہر کا قول ہے:

وَهُوَ قَوْلٌ لِلشَّيعَةِ وَبَعْضِ أَهْلِ الظَّاهِرِ[1]

درست بات یہی ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب میں مذہب وہی رہا ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں ایک نہیں اور جن لوگوں نے ائمہ اہل بیت کے نام پر یہ مسئلہ بنالیا ائمہ اہل بیت اس سے بیزاری کا اعلان فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حسین بیہقی محدث رحمۃ اللہ علیہ (۴۵۸ھ) لکھتے ہیں کہ مسلمہ بن جعفر الاحمسی نے امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کچھ لوگ آپ کے نام سے یہ کہتے ہیں کہ جس نے جہالت میں مبتلا ہو کر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ صرف ایک طلاق ہو گی آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

قَالَ: قُلْتُ لِجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ: إِنَّ قَوْمًا يَزْعُمُونَ أَنَّ " مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا بِجَهَالَةٍ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ يَجْعَلُونَهَا وَاحِدَةً "، يَرْوُونَهَا عَنْكُمْ قَالَ: مَعَاذَ اللهِ مَا هَذَا مِنْ قَوْلِنَا " مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَهُوَ كَمَا قَالَ[2]

آپ نے کہا اللہ کی پناہ ہمارا یہ قول نہیں ہے جس نے بھی تین طلاقیں دیں تو وہ تین ہی ہوں گی۔

ابان بن تغلب کوفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس سے جدا ہو گئی وہ اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے میں نے کہا کہ کیا میں لوگوں کو آپ کا یہ فتوی بتادوں آپ نے فرمایا کہ ہاں بتادو۔

---

(1) فتح الباری ج۹، ص ۳۶۲۔

(2) سنن کبری ج ۷ ص ۳۴۰

سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا . فَقَالَ: «بَانَتْ مِنْهُ وَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ» فَقُلْتُ لَهُ: أَفْتِي النَّاسَ بِهَذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ»[1]

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس بارے میں آپ کے جد امجد سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا فتوی کیا تھا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ: " لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "[2]

جناب حبیب بن ثابت روایت کرتے ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور باقی ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری عورتوں پر تقسیم کر دے۔

عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي أَلْفًا قَالَ: " ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ وَاقْسِمْ سَائِرَهَا بَيْنَ نِسَائِكَ"[3]

پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے بیان میں بھی ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اسی طرح کا ملتا ہے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت بائنہ ہوگئی اور باقی ۹۷ طلاقیں اس کے گلے میں گناہ کا طوق ہیں۔

---

(1) سنن دار قطنی ج ۵ ص ۸۲۔
(2) سنن کبری ج ۷ ص ۵۴۷۔
(3) سنن کبری ج ۷ ص ۵۴۷ المصنف ج ۴ ص ۶۲۔

حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي (ع م) ان رجلا من قريش طلق امرأته مائة تطليقة فأخبر بذلك النبي صلى الله عليه وآله فقال بانت منه بثلاث وسبع وتسعون معصية في عنقه[1]

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا اپنا واقعہ ملاحظہ کیجئے کہ جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی عائشہ بنت خثعمیہ نے آپ کو ایک بات کہی جس سے آپ کو دکھ پہنچا تو آپ نے اسے کہا کہ تو چلی جا تجھ کو تین طلاق ہے۔ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا عائشہ چلی گئی بعد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس پر غم اور افسوس ہوا اور آپ کو رونا آگیا آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے عائشہ کو اس طرح نہ کہا ہوتا تو میں اس سے رجوع کر لیتا (لیکن اب ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق اس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے یا ہر مہینے کے شروع میں ایک طلاق دے یا اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ جَدِّي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "[2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ائمہ اھل بیت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے ایک نہیں۔ کیونکہ انہیں یہ بات معلوم تھی کہ اس مسئلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ فرمایا تھا۔

---

(1) مسند امام زید بن علی ص ۲۶۸۔

(2) سنن کبری ج ۷ ص ۴۱۹۔

سو لوگ حضرت امام کے نام سے تین طلاقوں کو ایک طلاق بتلاتے ہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کبھی اس کے خلاف بات نہ کرتے۔ آپ کا یہ کہنا کہ تین طلاقیں ایک نہیں تین ہی ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس مسئلے میں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا موقف ومذہب ایک رہا ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح الفت ومحبت سے رہیں کہ یہ رشتہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے حالات جیسے بھی ہوں آپس میں حکمت وتدبر کے ساتھ معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی جائے تاہم اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اب اکٹھے رہنا مشکل ہو اور نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر الگ ہونے کے لئے بھی شریعت نے کچھ اصول بیان کئے ہیں ان اصولوں کا لحاظ رکھا جائے تو معاملہ کبھی کبھی الجھنے اور مزید خراب ہونے کے بجائے سلجھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾(1)

ترجمہ: اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ موافقت کر دے گا ان دونوں میں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۰۲ء) لکھتے ہیں کہ:

"جب دو آدمی ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کبھی کوئی ناگواری کی بات پیش آجاتی ہے اور میاں بیوی کا تو روزانہ رات دن کا ساتھ ہے اس میں ناگواری پیش آجانا کوئی

(1) النساء ۳۵

بعید نہیں سمجھ دار میاں بیوی تو بات کو آئی گئی کر دیتے ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا لیکن کبھی بات بڑھ جاتی ہے اور زیادہ ناچاقی ہو جاتی ہے اس لئے اللہ جل شانہ نے صلح کرانے کے بارے میں ایک طریق کار تجویز فرمایا ہے وہ یہ کہ جب میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو ایک آدمی مرد کے گھر والوں میں اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے ہوں جو فیصلہ کرنے والے ہوں گے یہ دونوں دونوں طرف کی شکایتیں سنیں اور مصالحت کی کوشش کریں جوڑ بٹھائیں جس کی بھی زیادتی ہو اس کو سمجھائیں اگر ان دونوں فیصلہ کرنے والوں میں نیک جذبات ہوں گے اور اخلاص کے ساتھ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں موافقت پیدا فرمادے گا انشاء اللہ

میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے پر زیادتی کرنا اور ایک دوسرے کے بارے میں غلط بیان دینا جائز نہیں اور جو لوگ فیصلہ کرنے گئے ہیں ان کو بھی اختلاف بڑھانے کی باتیں کرنا اور مخالفت کی خلیج وسیع کرنا جائز نہیں جو کوئی شخص غلط عمل کرے گا اس کا مؤاخذہ ہو گا... اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اصلاح کا بیان فرمایا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے کے باعث میاں بیوی میں افتراق ہو جاتا ہے"[1]

گو کہ شریعت محمدی میں طلاق کو ابغض المباحات کہا گیا ہے[2] لیکن اگر حالات اس نہج پر پہنچ جائیں کہ میاں بیوی کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ علیحدہ ہونا چاہیں تو شریعت نے اس کے لئے تین طلاقوں کی حد مقرر کر دی ہے۔ اور مرد سے کہا گیا کہ وہ اپنے ان تین حق کو بیک وقت استعمال نہ کرے ایک ایک کر کے استعمال کرے تا کہ دونوں فریق کو سوچنے اور اس پر غور کرنے کے لئے اچھا خاصا وقت مل سکے۔ تاہم اگر

---

(1) انوار البیان ج ۲ ص ۳۱۵۔

(2) سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶۔

کوئی اپنی نادانی یا بزعم خود بہادری یا بیوی کے غصہ دلانے اور چیلنج کرنے پر اپنے تینوں حق کو بیک وقت استعمال کرلیتا ہے تو گو کہ اس نے شریعت کی تعلیم کا لحاظ نہیں رکھا اس نے گناہ کا کام کیا لیکن یہ تینوں طلاقوں واقع ہو جائیں گی اور اس کے بعد رجوع کی کوئی صورت (سوائے قرآن میں دی گئی صورت حلالہ کے) باقی نہیں رہے گی اور یہ بات جمہور ائمہ سلف وخلف سے مروی اور ثابت ہیں۔

آج سے پچاس سال قبل سعودی عرب کی مجلس ہیئت الکبار العلماء کے اجلہ علماء کی اکثریت نے نہایت عالمانہ تحقیق کے بعد ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے کا فتوی دیا اور اس پر ایک قرار داد پاس کی جسے بعد ازاں سعودی عرب کی حکومت نے اسے قانونی طور پر نافذ کر دیا اور اب تک سعودی عرب کی عدالتوں میں اسی پر فیصلہ ہوتا آرہا ہے کیونکہ قرآن کریم احادیث اور اجماع امت کا مذہب شروع سے یہی رہا ہے۔ کبار علماء کی مجلس نے جن دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ فتوی جاری کیا ہے وہ تقریبا ۱۵۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے آخر میں جو قرار داد پیش کی گئی ہے اس میں بطور خلاصہ بھی ان دلائل کا ذکر موجود ہے ان میں سے پانچویں دلیل ملاحظہ کیجئے:

خامسا: إن القول بوقوع الثلاث ثلاثا قول أكثر أهل العلم فلقد أخذ به عمر وعثمان وعلي والعبادلة: ابن عباس وابن عمر وابن عمرو وابن مسعود وغيرهم من أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، وقال به الأئمة الأربعة: أبو حنيفة ومالك والشافعي وأحمد وابن أبي ليلى والأوزاعي وذكر ابن عبد الهادي عن ابن رجب - رحمه الله - بقوله: اعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من أئمة السلف المعتد بقولهم في الفتاوى في الحلال والحرام شيء صريح في أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا

سبق بلفظ واحد. اهـ وقال شيخ الإسلام ابن تيمية في معرض بحثه الأقوال في ذلك: الثاني - أنه طلاق محرم ولازم، وهو قول مالك وأبي حنيفة وأحمد في الرواية المتأخرة عنه، اختارها أكثر أصحابه وهذا القول منقول من كثير من السلف من الصحابة والتابعين. أهـ وقال ابن القيم: واختلف الناس فيها، أي في وقوع الثلاث بكلمة واحدة - على أربعة مذاهب أحدها: أنه يقع وهذا قول الأئمة الأربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة. أهـ وقال القرطبي: قال علماؤنا - واتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع الطلاق الثلاث في كلمة واحدة، وهو قول جمهور السلف..

قال ابن العربي في كتابه الناسخ والمنسوخ ونقله عنه ابن القيم - رحمه الله - في تهذيب السنن: قال تعالى {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ} زل قوم في آخر الزمان فقالوا إن الطلاق الثلاث في كلمة واحدة لا يلزم وجعلوه واحدة ونسبوه إلى السلف الأول فحكوه عن علي والزبير وعبد الرحمن بن عوف وابن مسعود وابن عباس وعزوه إلى الحجاج ابن أرطاة الضعيف المنزلة والمغموز المرتبة ورووا في ذلك حديثا ليس له أصل (إلى أن قال:) وما نسبوه إلى الصحابة كذب بحت لا أصل له في كتاب ولا رواية له عن أحد (إلى أن قال) وأما حديث الحجاج بن أرطاة فغير مقبول في الملة ولا عند أحد من الأئمة.اهـ[1]

یعنی جو حضرات تین طلاقوں کے تین ہونے کے قائل ہیں وہ حضرت عمر حضرت

(1) منقول از احسن الفتاوی ج ۵ ص ۳۶۷۔

عثمان حضرت علی حضرت عبد اللہ ابن عباس حضرت عبد اللہ ابن عمر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسی ہستیاں ہیں اور اور یہی قول امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد امام ابن ابی لیلی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم ہے اور امام عبد الہادی نے محدث ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ تابعین اور ان ائمہ سلف سے جن کا قول حلال و حرام کے فتوی میں لائق تسلیم ہے کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں صحبت کے بعد ایک شمار ہوں گی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تین طلاق کی بحث میں جو دوسرا مذہب بتلایا ہے وہ یہ کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا حرام ہے تاہم یہ لازم اور نافذ ہے یعنی تینوں واقع ہو جاتی ہیں یہی امام مالک امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا آخری قول ہے ان کے اکثر تلامذہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی مذھب صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد سے منقول ہے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک لفظ کے ساتھ تین طلاق کے بارے میں لوگوں کا چار مذہب ہے۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔، یہی مذہب ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بہت سے صحابۂ کرام کا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء سے نقل کیا ہے کہ ائمہ فتاوی کا اس بات پر اتفاق ہے ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں اور یہ جمہور اسلاف کا مذہب ہے۔

سعودی عرب کی مجلس ہیئت کبار کے جن علماء نے تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر جو شہادتیں پیش کی ہیں اس کے ہوتے ہوئے کیا کہا جا سکتا ہے کہ تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے جب خلفائے راشدین جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ مجتہدین اور جمہور علماء تین طلاقوں کا تین واقع ہونا بیان کرتے ہیں تو پھر جو لوگ اس سے ایک الگ راہ چلتے ہیں کیا ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلاف کے طریقے پر ہیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا اپنے آپ کو سلفی کہنا ایسے ہی ہے جیسے روافض اپنے آپ کو اہل بیت کا محب کہتے ہیں۔

پھر اسی مجلس کی قرار داد میں یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ جو لوگ تین طلاقوں کو ایک کہتے ہیں انہوں نے لغزش کھائی ہے ان کا یہ کہنا کہ تین طلاقوں کا ایک ہونا حضرت علی حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت زبیر حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور حجاج بن ارطاۃ جیسے مجروح سے ایک روایت منسوب کرنا تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ بے اصل باتیں ہیں...... اور جن لوگوں نے یہ باتیں ان بزرگوں سے منسوب کی ہیں وہ جھوٹ ہے ان کا دامن اس سے پاک ہے کسی کتاب میں اس کی اصل نہیں اور نہ کسی سے اس کی روایت ثابت ہے اور آگے لکھا ہے کہ حجاج کی حدیث امت میں مقبول ہے نہ ہی کسی امام کے نزدیک حجت ہے۔[1]

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاوی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ صحابہ کرام کے چند فتاوی ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان میں تین خلفائے راشدین بھی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عمرو بن

---

(1) حافظ ابن حزم ظاہری (۴۵٦ھ) حجاج کے بارے میں لکھتے ہیں:

حجاج بن ارطاۃ ھالک ساقط ہے اس کی روایت لے کر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو پرلے درجے کا جاہل ہو یا کھلے بندوں باطل کا پرستار جو اس کے ذریعہ جھگڑا کرتا ہے تاکہ اس سے حق کو مٹا ڈالے حالانکہ یہ اس کے لئے نہایت بعید ہے جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے عیب جہل اور قلت ورع کے اظہار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔ ونعوذ باللہ من الضلال۔

(فتاوی بینات ج3 ص277)

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ هَالِكٌ سَاقِطٌ، وَلَا يُعْتَرَضُ بِرِوَايَتِهِ عَلَى رِوَايَةِ الْإِمَامِ الْمَشْهُورِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ إِلَّا جَاهِلٌ، أَوْ مُجَاهِرٌ بِالْبَاطِلِ مُجَادِلٌ بِهِ لِيُدْحِضَ بِهِ الْحَقَّ، وَهَيْهَاتَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ، وَمَا يَزِيدُ مَنْ فَعَلَ هَذَا عَلَى أَنْ يُبْدِيَ عَنْ عَوَارِهِ وَجَهْلِهِ أَوْ قِلَّةِ وَرَعِهِ - وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ الضَّلَالِ. فَبَطَلَ كُلُّ مَا مَوَّهُوا بِهِ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ - وَصَحَّ أَنَّهَا خَطَأٌ [illegible] ص501)

العاص اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل ہیں جو اپنے دور میں مرجع فتوی تھے اور اس کے خلاف کسی صحابی سے ایک حرف بھی منقول نہیں۔ اس لئے یہ مسئلہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے کہ تین طلاقیں بہ لفظ واحد تین ہی شمار ہوتی ہیں چنانچہ چاروں مذاہب کے ائمہ امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہم بھی صحابہ کرام کے اس اجماعی فتوی پر متفق ہیں یہی فتوی امام بخاری کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ذکر فرمایا ہے اور یہی فتوی حافظ ابن حزم ظاہری کا ہے جیسا کہ انہوں نے المحلی (ج ۱۰ ص ۱۷۰) میں ذکر کیا ہے۔ الغرض تین طلاق کا تین ہونا ایک ایسی قطعی ویقینی حقیقت ہے جس پر تمام صحابہ کرام بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں اکابر تابعین متفق ہیں چاروں فقہی مذاہب متفق ہیں لہذا جو شخص اس مسئلے میں صحابہ کرام کے رستے سے منحرف ہے وہ روافض کے نقش قدم پر ہے۔"[1]

یہ نہ سمجھئے کہ یہ صرف مولانا شہید کی اپنی ذاتی رائے ہوگی۔ نہیں۔ آپ سے پہلے امت کے جلیل القدر علماء بھی یہ بتلا چکے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق نے سب کے سامنے اس مسئلے کو بیان فرمایا تو صحابہ کرام میں سے کسی نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ آپ کی مخالفت کی اور نہ ہی آپ کے اس بیان کو مسترد کیا۔ حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد الازدی طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

فَخَاطَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِذَلِكَ النَّاسَ جَمِيعًا ، وَفِيهِمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ ، الَّذِينَ قَدْ عَلِمُوا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَلِكَ ، فِي ذَلِكَ ، فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ ، وَلَمْ

(1) آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ج ۶ ص ۵۲۴۔

يَدْفَعُهُ دَافِعٌ[1]

محدث العصر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

فَالرَّاجِحُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ وَإِيقَاعُ الثَّلَاثِ لِلْإِجْمَاعِ الَّذِي انْعَقَدَ فِي عَهْدِ عُمَرَ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا يُحْفَظُ أَنَّ أَحَدًا فِي عَهْدِ عُمَرَ خَالَفَهُ فِي وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا[2]

امام حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

فَإِجْمَاعُهُمْ ظَاهِرٌ، فَإِنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ خَالَفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ أَمْضَى الثَّلَاثَ[3]

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی حقیقت

قرآن کریم احادیث نبویہ اجماع صحابہ ائمہ اربعہ اور امت کے تمام جلیل القدر علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے بھی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ تین شمار ہوں گی اور وہ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں ہمیں کوئی ایک بھی ایسا معتمد اور قابل ذکر عالم نہیں ملتا جس نے تین طلاق کو ایک شمار کیا ہو البتہ ساتویں صدی میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) نے جہاں اور بہت سے مسائل میں تشدد کی راہ اختیار کی طلاق ثلاثہ میں بھی وہ اسلام کی پہلی سات صدیوں کے موقف پر کھڑے نہ رہ سکے اور ان مسائل میں اپنے سے پہلے محدثین اور علماء سے الگ ہو گئے اور باوجود حنبلی المذہب ہونے کے امام احمد بن حنبل کی راہ چھوڑ گئے تاہم حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے سوائے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) کے کسی دوسرے شاگرد نے

(1) شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۵۔
(2) فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۵۔
(3) فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰۔

ان کا ساتھ نہیں دیا اور وہ سب کے سب اسی مذہب پر قائم رہے جو پچھلی سات صدیوں سے چلا آرہا تھا اور نہ ہی بعد کی صدیوں میں محدثین اور فقہاء نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو درست قرار دے کر ان کی حمایت کی البتہ چودھویں صدی میں ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے زیر سایہ ایک نئے فرقہ کی جانب سے دوبارہ یہ آواز اٹھی کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ تین نہیں ایک ہوگی اور اس کے لئے صحیح مسلم کی ایک مبہم مضطرب اور شاذ روایت سے استدلال کر کے مسلمانوں میں انتشار کی راہ کھولی گئی اور یہ نہ دیکھا کہ اگر یہ روایت تین طلاقوں کے ایک ہونے پر صحیح اور صریح حدیث ہوتی تو صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ اربعہ اور چودہ سو سال کے اہل علم اور صاحب فتاوی محدثین کیا کبھی تین طلاقوں کے تین ہونے کا فتوی دیتے؟ غلط فہمی اگر دو چار علماء کی ہوتی تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے لیکن یہاں اسلام کے معتبر اور معتمد علماء کا جم غفیر جب بیک زبان یہ کہہ رہا ہے کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں تو اس سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ جو لوگ صحیح مسلم کی شاذ مضطرب اور وہم پر مبنی روایت سے تین کے ایک ہونے پر استدلال کرتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں ہے اور اس روایت پر غور کرنے سے بآسانی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اپنے موقف پر ہرگز صریح نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور خود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایات کے خلاف ہونے کی بناء پر یہ روایت اس لائق نہیں رہتی کہ اسے لائق عمل سمجھا جائے اور اس کو تین طلاقوں کے ایک ہونے پر سند بنائی جائے۔

جس طرح دو کو ایک کہنا یا سات کو پانچ کہنا غلط ہے اسی طرح تین کو ایک کہنا غلط ہے۔ ہم عیسائی علماء کی یہ بات کس طرح مان لیں کہ تین ایک ہیں۔ تین تین ہوتے ہیں ایک نہیں۔ ایک مجلس میں کوئی دو مرتبہ پانی پیئے تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے دو مرتبہ پانی پیا ہے کیا کوئی لوگوں کو یہ منوا سکتا ہے کہ نہیں اس نے ایک دفعہ پانی پیا ہے دو دفعہ

نہیں۔

دور جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں مرد اپنی بیوی کو کئی کئی طلاقیں دے دیتااور پھر اس سے رجوع کرلیتااس سے عورت کی زندگی اجیرن ہوجاتی تھی اور عورت اس تکلیف سے کبھی نہ نکل پاتی تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مرد اپنی بیوی کو جب چاہتااور جتنی چاہتاطلاقیں دے دیتااور جب عدت گزرنے کی مدت قریب آتی تووہ اپنی بیوی سے کہتا کہ نہ تو میں تجھے طلاق دے کر آزاد کردوں گا اور نہ تمہیں اپنے پاس رکھوں گاوہ عورت کہتی کہ وہ کیسے؟

قَالَ: أُطَلِّقُكِ فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ أَنْ تَنْقَضِيَ ارْتَجَعْتُكِ ثُمَّ أُطَلِّقُكِ وَأَفْعَلُ هَكَذَا[1]

"تومرد کہتامیں تجھے طلاق دوں گااور تیری عدت کے ختم کے قریب میں رجوع کرلوں گا پھر میں طلاق دوں گا پھر رجوع کرلوں اور اس طرح کرتا رہوں گا خواہ وہ سو مرتبہ ہوجائے۔"

جب ایک خاتون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیاتواس نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنی اس تکلیف کا ذکر کیا اور حضرت ام المؤمنین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے قرآن کی یہ آیت اتاری:

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ[2]

ترجمہ:"طلاق (رجعی ہے) دوبار تک۔ اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑدینا بھلی طرح سے"

اس آیت کے اترنے کے بعد لوگوں کو طلاق دینے کا طریقہ بتلایا گیاکہ طلاق

(1) سنن کبری للبیہقی ج7ص545۔

(2) پارہ:۲، سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹۔

صرف دو مرتبہ ہے یعنی دوسری طلاق تک مرد کو رجوع کا حق حاصل رہتا ہے جب تیسری طلاق بھی دے دی تو اب اس کو رجوع کا کوئی حق حاصل نہیں رہا وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ اس وقت تک اس مرد کے لئے حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ عورت آئندہ کسی دوسری جگہ شادی کر لے اور اس سے لذت پذیر نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شروع دنوں میں مرد کو طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق حاصل رہتا تھا اگر چہ وہ تین یا تین سے بھی زیادہ طلاقیں دے دے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت الطلاق مرتان نازل فرمائی جس نے اس عمل کو منسوخ کر دیا اور بتلایا کہ مرد کو صرف دو طلاق تک رجوع کا حق ہے جونہی تیسری طلاق دی (خواہ اکٹھی دی جائے یا علیحدہ علیحدہ) تو اس نے اپنا یہ حق ختم کر دیا:

أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَنُسِخَ ذَلِكَ فَقَالَ {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ} [البقرة: 229] "[1]

غور کیجئے کہ جب قرآن نے یہ بات کہہ دی کہ مرد کو رجوع کا اختیار صرف دو مرتبہ طلاق تک ہے تیسری کے بعد اس کا یہ اختیار ختم ہو جائے گا اور اس کی بیوی جدا ہو جائے گی تو دو کا معنی کیا وہ نہیں جو عرف میں سمجھا جاتا ہے۔ دو سے مراد جس طرح دو ہیں اسی طرح تین سے مراد بھی تین ہی ہیں۔ اب تین کو ایک بتلانا اور شریعت کے ایک متفق علیہ مسئلہ کو اختلافی بنانے کے لئے گروہی طور پر اس طرح کی نادانی کرنا بڑی زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟

جو حضرات قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بتلاتے ہیں ان کے پاس سوائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے جو صحیح مسلم میں جناب طاؤس سے منقول ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ یہ لوگ قرآن واحادیث اور صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے ہوتے ہوئے

---

(1) سنن کبری للبیھقی ج۷، ص۵۵۱۔

آخر اس روایت پر کیوں چلنا چاہتے ہیں جو شاذ مبہم اور وھم پر مبنی ہے اور کیوں اپنے معتقدین اور عام مسلمانوں کو صحابہ کرام اور جمہور علماء سے بدگمان کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کا ذرا سا بھی شائبہ ہوتا تو آپ ہی سوچیں کہ صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ اور امت کے محدثین بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عباس کیا کبھی اس کے خلاف چلتے؟ اور کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے یہ تمام اہل علم ضلالت اور گمراہی پر کبھی جمع ہوتے؟ یہ بات سوائے شیعہ علماء کے اور کون کہہ سکتا ہے کہ اہل سنت اس دین اور مذہب پر نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی صحابہ نے اس دین کا حلیہ بدل دیا تھا اور اہل سنت اب اسی دین پر ہیں جو صحابہ نے مسخ کرر کھا تھا (معاذ اللہ)

عالم عرب کے معروف محدث اور جلیل القدر عالم علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ اس بحث میں لکھتے ہیں:

"یا سبحان اللہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخص کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے وہ لوگوں کو ماثبت فی الشرع کے خلاف پر مجبور کریں اور کیا صحابہ کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں حالانکہ ان میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو کج رو کی کجروی کو اپنی تلواروں سے سیدھا کر دیتے تھے (جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں) یہ خالص رافضی وساوس اور رافضیت کے جراثیم ہیں اہل فساد ان جراثیم کو چکنے چپڑے الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں۔ کوئی کجرو کسی ایک صحابی سے ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کر سکتا کہ انہوں نے فتوی دیا ہو کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔"(1)

سعودی عرب کی مجلس ھیئت کبار علماء نے بھی طلاق ثلاثہ کے موضوع پر بحث

---

(1) آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۶۷۔

کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر یہی بات لکھی ہے:

فلم يثبت بسند صحيح أن أحدا منهم أفتى بمقتضى ما عليه الأمر في عهد رسول الله ﷺ- وأبي بكر وصدر من خلافة عمر حسبما ذكره ابن عباس في حديثه.

یعنی اگر حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو بھی صحابۂ کرام کے صلاح و تقویٰ، علم و استقامت اور غایت اتباع کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے تین طلاقوں کو ایک جانتے ہوئے حضرت عمرؓ کا حکم مان لیا ہو گا، اس کے باوجود کسی سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات ثابت نہیں کہ اس نے حدیث ابن عباسؓ کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔

پھر اس پر بھی غور کریں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں میں سوائے جناب طاؤس کے اور کوئی بھی یہ بات کیوں نہیں کہتا؟ کیا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شاگرد نہیں؟ اگر آپ کے دوسرے تلامذہ موجود ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ بھی یہی کہتے ہیں جو جناب طاؤس بیان کرتے ہیں یا پھر ان کا بیان اس کے خلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں حضرت سعید بن جبیر حضرت امام مجاہد حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت عمرو بن دینار وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے ناموں اور ان کے علمی مقام کی کسے خبر نہیں یہ سب بزرگ حضرت عبد اللہ بن عباس سے جو فتوی اور بیان نقل کرتے ہیں وہ وہی ہے جو امت کا اجماعی موقف و مذہب ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی ایک نہیں۔ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ جلیل القدر تلامذہ آپ کا طلاق ثلثہ کے بارے میں یہ موقف و مذہب بیان کر چکے ہیں تو پھر ان غیر مقلد علماء اور ان کے پیروکاروں کا یہ کہنا کہ ہم تو سوائے جناب طاؤس کے قول کے اور کوئی بیان قبول نہیں کرتے اسے سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب

الرحمن اعظمی رحمہ اللہ (۱۹۹۲ء) لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام جلیل القدر شاگرد مثلاً سعید بن جبیر مالک بن الحارث ابو سلمہ ضحاک محمد بن ایاس بن البکیر محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان زہری طاؤس عنترہ عمرو بن دینار معاویہ انصاری عطا اور مجاہد وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتوی نقل کرتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔"(1)

آیئے ہم خود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کا موقف و مذہب معلوم کریں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَإِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قَالَ: {وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا} [الطلاق۲] وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلَا أَجِدُ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ(2)

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے ساتھ تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں یہ سن کر حضرت ابن عباس خاموش ہو گئے ہم نے سمجھا کہ آپ اسے اس کی بیوی واپس کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی بے وقوفی کے کام کرتا ہے پھر ابن عباس کے پاس آکر کہتا ہے کہ اے ابن عباس اے ابن عباس۔ اللہ تعالیٰ

---

(1) مجلہ المآثر۔ اکتوبر نومبر ۱۹۹۳ء۔

(2) سنن کبری للبیہقی ج ۷ ص ۵۴۲۔

فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کا رستہ بنادیتا ہے۔ تم اللہ سے نہیں ڈرے میں تمہارے لئے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی۔۔

☆--أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي أَلْفًا فَقَالَ: " تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدَعُ تِسْعَمِائَةٍ وَسَبْعَةً وَتِسْعِينَ " وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا: حُرِّمَتْ عَلَيْكَ[1]

"حضرت ابن عباس کے شاگرد حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں آپ نے فرمایا تین کو لے لو باقی ۹۷ کو چھوڑ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں فرمایا کہ وہ تیرے اوپر حرام ہو چکی ہے۔"

حضرت امام مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی ہیں آپ نے فرمایا کہ تین کو شمار کرو اور باقی ۹۷ کو چھوڑ دو:

☆--عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةً قَالَ: " تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدَعُ سَبْعًا وَتِسْعِينَ "

☆--عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةً قَالَ: " تَأْخُذُ ثَلَاثًا وَتَدَعُ سَبْعًا وَتِسْعِينَ "

حضرت امام مجاہد امام عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی ہیں آپ نے فرمایا کہ تین کو

(1) سنن کبریٰ للبیہقی ج۷ ص۵۵۱۔

شمار کر دا اور باقی ۹۷ کو چھوڑ دو۔

☆--عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ مِائَةً قَالَ: " عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَيَجْعَلْ لَكَ مَخْرَجًا، {مَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا}[1]

"حضرت امام مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دیں آپ نے فرمایا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے تو اللہ سے ڈرا نہیں کہ اللہ تیرے لئے کوئی رستہ نکالتا۔"

☆--عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَتَانِي رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَمِّي طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا . فَقَالَ: " إِنَّ عَمَّكَ عَصَى اللهَ فَأَنْدَمَهُ اللهُ وَأَطَاعَ الشَّيْطَانَ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا " قَالَ: أَفَلَا يُحَلِّلُهَا لَهُ رَجُلٌ؟ فَقَالَ: " مَنْ يُخَادِعِ اللهَ يَخْدَعْهُ "[2]

"حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ نے اس کو شرمندہ کر دیا اور اس نے شیطان کی بات مانی تو اس نے اس کے نکلنے کے لئے کوئی راہ نہ بنائی۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی شخص اس کے لئے اس عورت کو حلال کر دے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا اللہ اس سے نپٹ لے گا۔"

اس سے کیا یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ خود حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور اس کی بیوی اس کے نکاح

---

(1) سنن کبری للبیہقی ج۷ ص ۵۵۲۔

(2) سنن کبری للبیہقی ج۷ ص ۵۵۲۔

سے نکل جاتی ہے سو جب آپ کا اور آپ کے جلیل القدر شاگردوں کا مذہب یہی ہے تو پھر شیعہ علماء اور ان کے پیروکاروں کا ایک ایسے قول سے استناد کرنا جس میں کئی احتمالات بلکہ کمزوریاں اور ابہام ہیں کیسے درست ہو سکتا ہے۔

کیا یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین طلاقیں ایک تھیں تو پھر انہیں کیا ہو گیا کہ جو شخص بھی ان سے پوچھنے آتا آپ تین کو تین ہی بتلاتے رہے ایک نہیں اور آپ نے فتوی پر اسی پر دیا۔ اس بات کی صراحت آپ کے جلیل القدر تلامذہ کرتے ہیں تو اس سے صحیح مسلم کی اس روایت کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس روایت میں ہرگز وہ بات نہیں جو غیر مقلد علماء اپنے مقلدین کو سمجھاتے اور بتلاتے ہیں اور تین طلاقوں والی خاتون کو ایک طلاق قرار دے کر پھر سے ان کے گھر بھیج دیتے ہیں۔ سعودی عرب کی مجلس کبار علماء کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے:

"جب حضرت عبداللہ بن عباس یہ جانتے تھے کہ عہد نبوی عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھی تو ان کے صلاح و تقوی علم و استقامت اتباع سنت اور برملا حق گوئی کی پیش نظر یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ انہوں نے اکٹھے تین طلاقوں سے تین نافذ کرنے میں حضرت عمر کی اتباع کی ہو گی۔ حج تمتع اور دو دینار کے عوض ایک دینار کی خرید و فروخت اسی طرح ام ولد کی خرید و فروخت وغیرہ مسائل میں حضرت عمر سے ان کا اختلاف پوشیدہ نہیں اس لئے ایسے کسی مسئلہ میں وہ حضرت عمر کی موافقت کیسے کر سکتے ہیں جس کے خلاف وہ خود روایت کرتے ہوں۔"(1)

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی (۱۹۹۲ء) لکھتے ہیں:

"اگر طاؤس کا یہ بیان صحیح ہے تو حضرت ابن عباس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(1) سعودیہ کی مجلس کبار علماء کا فیصلہ ص ۱۹۔

سنت ابو بکر کی سنت اور فاروق اعظم کی سہہ سالہ سنت کی مخالفت کی جراءت کیسے کی؟ اور صحابہ میں سے کسی نے اس ناحق فتویٰ پر انہیں کیوں نہیں ٹوکا جو چیزیں عہد نبوی اور عہد صدیقی میں حلال رہی ہوں اس کو حرام قرار دینے کا ان کو کیا حق تھا اور یہ ان کے لئے کیسے جائز ہوا کیا صحابیوں کو بھی حلال کو حرام قرار دینے کا اختیار ہے؟

اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ دوسرے صحابہ کرام نے تو ابن عباس کی علی الاعلان تائید و موافقت ہی کی ہے حضرت عائشہ حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن عمر حضرت عمران بن حصین حضرت ابن عمرو بن العاص حضرت ابو سعید خدری بلکہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخری خلیفہ راشد اور حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کی موافقت میں فتویٰ دیا ہے اور ان کے فتویٰ کی زبردست تائید کی ہے کیا یہ صحابی عہد نبوی اور عہد صدیقی کے فتووں کو بھول گئے تھے؟ یا اتنے بڑے بڑے صحابیوں نے جان بوجھ کر سنت رسول کی مخالفت کی تھی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی سنی مسلمان ان سوالوں کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا اگر منہ بچانے کے لئے یہ عذر پیش کیا جائے جیسا کہ غیر مقلد لوگ اور ان کے پیشوا پیش کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت عمر خلیفہ راشد کی مخالفت جائز نہیں سمجھی یا ان کی خوف سے مخالفت نہیں کی تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیا عمر فاروق کی مخالفت ناجائز اور رسول کی مخالفت میں جائز ہے؟ کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اطاعت رسول کی اطاعت پر مقدم ہے؟ اگر حضرت عمر نے عہد نبوی کے فیصلے کے خلاف کوئی ایسا فیصلہ کیا تھا جس کی بنیاد قرآن وحدیث میں نہیں تھی تو وہ نیا اور محدث فیصلہ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد کے بموجب دیوار پر مار دینے کے قابل تھا یا پورے اتفاق اور اجماع کے ساتھ بسر و چشم قبول کر :

کے لائق تھا؟[1]

حضرت امام زین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

هذا الحديث لأئمة الإسلام فيه طريقان:

أحدهما: وهو مسلك الإمام أحمد ومن وافقه، ويرجع الكلام في إسناد الحديث بشذوذه وانفراد طاوس به، وأنه لم يتابع عليه، وانفرادالراوي بالحديث، وإن كان ثقة هو علة في الحديث يوجب التوقف فيه، وأن يكون شاذا ومنكرا إذا لم يرو معناه من وجه يصح، وهذه طريقة أئمة الحديث المتقدمين؛ كالإمام أحمد ويحي القطان ويحي بن معين وعلي بن المديني وغيرهم، وهذا الحديث لا يرويه عن ابن عباس غير طاوس، قال الإمام أحمد في رواية ابن منصور: كل أصحاب ابن عباس، يعني: رووا عنه خلاف ما روى طاوس.

قال ابن رجب: وقد صح عن ابن عباس - وهو راوي الحديث - أنه أفتى بخلاف هذا الحديث ولزوم الثلاث المجموعة، وقد علل بهذا أحمد والشافعي، كما ذكره في [المغني] ، وهذه أيضا علة في الحديث بانفرادها فكيف وقد ضم إليها علة الشذوذ والإنكار وإجماع الأمة؟! وكان علماء أهل مكة ينكرون على طاوس ما ينفرد به من شواذ الأقاويل[2]

"پس اس حدیث کے بارے میں ائمہ اسلام کے دو مسلک ہیں ایک مسلک امام

---

(1) مجلہ المآثر اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۹۳ء۔

(2)مشكل الأحاديث الواردة في أن الطلاق الثلاث واحدة- وحاشيه مسند الفاروق 193 لابن كثير

احمد اور ان کے موافقین کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے کیونکہ یہ روایت شاذ ہے طاؤس اس کے نقل کرنے میں متفرد ہیں اور ان کا کوئی متابع موجود نہیں کوئی راوی حدیث خواہ بذات خود ثقہ ہو لیکن ثقہ راویوں کے خلاف اس کا کسی حدیث کے نقل کرنے میں متفرد ہونا حدیث میں ایک ایسی علت ہے جو اس کے قبول کرنے میں توقف کو واجب کر دیتی ہے اور جس کی وجہ سے روایت شاذ یا منکر بن جاتی ہے جبکہ وہ کسی دوسرے صحیح طریق سے مروی نہ ہو اور یہ طریقہ ہے متقدمین ائمہ حدیث کا جیسے امام احمد یحی بن معین یحی بن قطان علی بن المدینی وغیرہ۔ اور زیر بحث روایت ایسی ہے کہ اس کو طاؤس کے سوا حضرت ابن عباس سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا امام احمد نے فرمایا کہ ابن عباس کے تمام شاگرد طاؤس کے خلاف روایت کرتے ہیں......
حضرت ابن عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں ان سے صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے خلاف اکٹھی تین طلاق کے لازم ہونے کا فتوی دیا اور امام احمد اور امام شافعی نے اسی علت کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے جیسا کہ ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے اور تنہا یہی ایک علت ہوتی تو اس حدیث کے ساقط ہونے کے لئے کافی تھی چہ جائے کہ اس کے ساتھ یہ علت بھی شامل ہو کہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے...... علماء اہل مکہ ان شاذ اقوال کی وجہ سے طاؤس پر نکیر کیا کرتے تھے جن کے نقل کرنے میں طاؤس متفرد ہوں[1]

جہاں تک جناب طاؤس کی روایت کا تعلق ہے محدثین کرام اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول اس عورت کے بارے میں ہے جس کا صرف نکاح ہوا ہو اور اس کا شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو جس کا معنی یہ

---

(1) منقول از: آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶، ص ۵۸۳۔

ہے کہ اگر مرد نے ایسی عورت کو تین یا تین سے زائد طلاقیں دی ہو جس کے ساتھ صرف اس کا نکاح ہوا ہے تو وہ ایک طلاق شمار ہوگی اور وہ عورت اس ایک طلاق سے ہی اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ یہ مسئلہ غیر مدخول بھا بیوی کے بارے میں تھا افسوس کہ اسے بعض لوگوں نے مدخول بھا بیوی سے متعلق کر کے اس کو بھی ایک طلاق شمار کر لیا۔ اور یہ بات خود حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمائی ہے اور خود جناب طاؤس اسے نقل کرتے ہیں:

عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، " كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ(1)

”طاؤس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن کثیر نامی شخص حضرت ابن عباس سے بہت سوال کیا کرتا تھا اس نے سوال کیا کہ کیا آپ جانتے نہیں کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو حضور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایک سمجھا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کیوں نہیں جب کوئی شخص صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں اسے ایک سمجھا جاتا تھا۔“

(1) سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۶ سنن کبری بیہقی ج ۷ ص ۵۵۴۔

بلکہ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان خود ان کے صاحبزادے کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

عن طاؤوس انه كان يروى الطلاق الثلاث واحدة كذبه[1]

میرے والد حضرت طاؤس نے فرمایا کہ جو شخص تم سے کہے کہ طاؤس تین طلاقوں کو ایک سمجھتے تھے تم اس کو جھوٹا قرار دو۔

اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اسلام کے دور اول کی جس بات کو بیان کر رہے ہیں اس میں وہ یہ نہیں بتلا رہے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں بلکہ وہ یہ بتلاتے ہیں کہ اگر بیوی کے گھر آنے اور گھر بسانے سے پہلے مرد نے اسے تین طلاقیں دیں تو وہ چونکہ تین طلاقوں کا محل نہیں اس لئے وہ ایک ہی شمار ہو کر اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اب اس سے جناب طاؤس اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس روایت کا مقصود واضح ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں قبل ان يدخل بها کے الفاظ رہ گئے ہیں۔ اور اس بات کی وضاحت محدثین عظام کر چکے ہیں جیسا کہ ہم سنن ابو داؤد اور سنن کبری بیہقی کے حوالہ سے اوپر بتلا آئے ہیں۔

علامہ علاء الدین علی بن عثمان ماردینی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۰ھ) لکھتے ہیں:

ذكر ابن أبى شيبة بسند رجاله ثقات عن طاوس وعطاء وجابر بن زيد انهم قالوا إذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها فهى واحدة[2]

محدث ابن ابی شیبہ نے المصنف میں یہ بات باب ماقالوا اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها فهى واحدة کے ذیل میں نقل کی ہے۔[3] امام نسائی نے

---

(1) الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۳۹ للشیخ الکوثری۔

(2) الجوہر النقی ج ۷ ص ۳۳۱۔

(3) دیکھئے ج ۴ ص ۶۹۔

سنن کبری میں اس پر یہ باب باندھا ہے

باب الطلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت جس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے وہ مطلق نہیں ہے حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں یہ روایت وہم اور غلط ہے اور حجاز شام عراق اور مشرق و مغرب کے فقہاء امصار میں سے کسی نے اس روایت پر اعتماد نہیں کیا۔

وَرِوَايَةُ طَاوُسٍ وهم وغلط لم يُعَرِّجْ عَلَيْهَا أَحَدُ مِنْ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْمَشْرِقِ وَالشَّامِ[2]

محدث امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اضطراب ہے (قَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي الْمُفْهِمِ وَقَعَ فِيهِ مَعَ الِاخْتِلَافِ عَلَى بن عَبَّاسٍ الِاضْطِرَابَ فِي لَفْظِهِ(3) ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس روایت میں کلام ہے اور یہ روایت اجماع پر کیسے مقدم کی جا سکتی ہے وَقَالَ بن الْعَرَبِيِّ هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَلَفٌ فِي صِحَّتِهِ فَكَيْفَ يُقَدَّمُ عَلَى الْإِجْمَاعِ[4] علامہ محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) نے سنن ابو داؤد کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی موطوءہ بیوی کو کہے انت طالق ثلاثا (تجھ پر تین طلاق) تو اسے انت طالق سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اس کے بعد وہ عورت ثلاثا کا محل نہیں رہ سکتی لہذا تین کی قید لغو ہو جائے گی۔

اگر ہم اس بات کو تسلیم نہ کریں تو اس سے ان تمام روایتوں کی نفی لازم آتی ہے جس میں نہ صرف یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے تلامذہ بلکہ خود حضرت ابن عباس

---

(1) دیکھئے سنن کبری ج ۳ ص ۳۵۱۔

(2) الاستذکار ج ۶ ص ۶۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۹۔

(3) فتح الباری ج ۹، ص ۳۶۴۔

(4) فتح الباری ج ۹، ص ۳۶۳۔

کا موقف اور فتوی اس کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نے صحیح مسلم کی اس روایت کو نہیں لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دوسری روایات کی روشنی میں حضرت ابن عباس کا مذہب اور آپ کا فتوی اس کے خلاف رہا ہے۔ جلیل القدر محدث امام احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵۸ھ) لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ أَحَدُ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ[1]

"اس حدیث کے متعلق امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہوا امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں نقل کیا جبکہ امام بخاری نے اسے ترک کردیا میرے خیال میں امام بخاری نے اس لئے اسے ترک کردیا کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی دوسری روایات کے خلاف ہے۔"

امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۶۲۰ھ) محدث اثرم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (جو صحیح مسلم میں ہے) کیوں ترک کردی؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

قَالَ الْأَثْرَمُ: سَأَلْت أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِأَيِّ شَيْءٍ تَدْفَعُهُ؟ فَقَالَ: أَدْفَعُهُ بِرِوَايَةِ النَّاسِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ وُجُوهٍ خِلَافَهُ. ثُمَّ ذَكَرَ عَنْ عِدَّةٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ وُجُوهٍ، أَنَّهَا ثَلَاثٌ[2]

"میں اس کو اس لئے قبول نہیں کرسکتا کہ سب لوگ (یعنی حضرت ابن عباس

---

(1) سنن کبری ج ۷ ص ۵۵۱ للبیہقی۔

(2) المغنی ج ۷ ص ۳۷۰۔

کے دوسرے سب شاگرد اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اور انہوں نے بتلایا ہے کہ) حضرت عبد اللہ بن عباس اکٹھی تین طلاقوں کو تین مانتے تھے۔"

ہماری ان گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہر طلاق والی عورت کے بارے میں نہیں کہ اس سے تین طلاقوں کو ایک طلاق بنانے پر استدلال کیا جائے جب احادیث صحابہ کرام اور خود حضرت عبد اللہ بن عباس کی دوسری صحیح روایات میں صریح طور پر غیر مدخول بھا کی قید موجود ہے تو پھر اجماع امت کی مخالفت اور امت کے جلیل القدر ائمہ کے بارے میں بدگمانی پھیلانا اہل سنت کی روش نہیں یہ کام تو شیعہ علماء کا ہے جو دن رات مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے بدگمان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جناب رکانہ بن عبد یزید کے واقعہ سے استدلال کی حقیقت

برطانیہ کے اہلحدیث باصطلاح جدید علماء نے تین طلاقوں کو ایک بتلانے کے لئے ایک صحابی حضرت رکانہ بن عبد یزید کے واقعہ کو اپنا مستدل بنایا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو یہ روایت بھی کسی طرح تین طلاقوں کے ایک ہونے پر مطلق نہیں ہے اور محدثین نے سندا بھی اس پر کلام کیا ہے یہ روایت حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ملتی ہے تاہم اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع کون ہیں اس کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجہول راوی سے اتنے اہم مسئلہ پر استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حزم ظاہری بھی اس استدلال کو درست نہیں سمجھتے وہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: أَمَّا الْخَبَرُ فَضَعِيفٌ، لِأَنَّهُ عَمَّنْ لَمْ يُسَمَّ، وَلَا عُرِفَ مِنْ بَنِي أَبِي رَافِعٍ(1)

اور جن لوگوں نے اس سے محمد بن عبید اللہ مراد لیا ہے تو انہوں نے ساتھ ہی اس کی بھی تصریح کر دی کہ بعض بنی ابی رافع سے مراد اگر یہی ہیں تو موصوف ضعیف

(1) المحلی ج ۹ ص ۲۰۶۔

الحدیث منکر الحدیث اور کوفہ کے شیعوں میں سے تھے حضرت امام بخاری نے اس پر جرح کی ہے اور اسے منکر الحدیث بتلایا ہے۔[1] اب آپ ہی بتائیں کہ جو لوگ دوسروں پر ضعیف اور کمزور روایتوں سے استدلال کا ہمیشہ طعنہ دیتے چلے آرہے ہیں ان کو تو کم از کم اس قسم کی روایتوں سے استدلال نہیں کرنا چاہئے جو مجہول یا ضعیف اور منکر الحدیث ہیں۔

اگر ہم اس روایت کی سند سے بھی قطع نظر کرلیں اور ان تمام روایات کو سامنے رکھیں جن میں جناب رکانہ بن عبد یزید کی طلاق کا ذکر ملتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی تھی ایک طلاق دی تھی اور اس کے لئے انہوں نے طلاق البتۃ کا لفظ بولا تھا جس میں تین طلاق اور ایک طلاق دونوں مراد ہوسکتے ہیں اور یہ طلاق دینے والے کی نیت پر منحصر ہے کہ اس نے طلاق البتۃ کہہ کر کس طلاق کی نیت کی ہے۔ جب یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہونچا تو آپ نے جناب رکانہ سے اس کی نیت پوچھی اس نے کہا کہ میری نیت ایک طلاق دینے کی تھی آنحضرت ﷺ نے اس پر اس سے قسم لی اس نے قسم کھا کر اپنی نیت بتلائی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو رجوع کا حکم دیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد اس نے اپنی بیوی کو دوسری اور پھر کچھ عرصہ بعد تیسری طلاق دی۔ امام ابو داؤد نے اس واقعہ پر یہ باب باندھا ہے...باب فی البتۃ[2] روایت ملاحظہ فرمایئے:

أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟»، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ

---

(1) دیکھئے المیزان ج ۳ ص ۹۷۔

(2) دیکھئے سنن ابی داود ج ا ص ۳۰۷۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ،[1]

غور کیجئے اگر جناب رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں اور اس سے ایک مراد ہوتی تو آنحضرت ﷺ کو اس سے اس کی نیت پوچھنے کی ضرورت تھی اور نہ اس پر اس سے قسم لینے کی حاجت تھی چونکہ لفظ البتۃ میں دونوں باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے محض نیت ہی نہیں پوچھی آپ نے اس پر قسم بھی لی۔ اگر جناب رکانہ کی نیت تین طلاقوں کی ہوتی اور وہ جھوٹ بولتے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کا یہ پردہ کھول دیتے اور آنحضرت ﷺ کو اس جھوٹ اور قسم پر اطلاع دے دیتے۔ اب چونکہ نیتوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور نہ کسی کو آسمانی خبروں کی اطلاع دی جاتی ہے نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اس لئے اب نہ کسی کی نیت سے بحث ہوگی اور نہ اس پر قسم لی جائے گی۔

جناب رکانہ کا یہ واقعہ جس روایت میں لفظ ثلاثا کے ساتھ ملتا ہے محدثین اسے درست نہیں سمجھتے محدثین فرماتے ہیں کہ طلاق البتۃ والی روایت جناب رکانہ کے گھر والے کرتے ہیں اور باہر والوں کی بہ نسبت ان کے گھر والے زیادہ بہتر جانتے ہیں اس لئے یہ روایت زیادہ صحیح ہے محدث امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، لِأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ[2]

صحیح مسلم کے نامور شارح امام محی الدین زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فَهٰذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَوْ أَرَادَ الثَّلَاثَ لَوَقَعْنَ وَإِلَّا فَلَمْ يَكُنْ لِتَحْلِيفِهِ مَعْنًى وَأَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِي رَوَاهَا الْمُخَالِفُونَ أَنَّ رُكَانَةَ

(1) دیکھئے سنن ابی داود ج ا ص ۳۰۷۔

(2) سنن ابی داؤد ج ا ص ۳۰۸۔

طَلَّقَ ثَلَاثًا فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرِوَايَةٌ ضَعِيفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَجْهُولِينَ[1]

یعنی جناب رکانہ کا یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر رکانہ نے تین طلاق کی نیت کی ہوتی تو تینوں واقع ہو جاتیں وگرنہ آنحضرت ﷺ کا اسے قسم دینے کا کوئی مطلب نہیں بنتا اور وہ روایت جو مخالفین نے نقل کی ہے کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں جسے حضور نے ایک کہا تو یہ روایت ضعیف ہے اور مجہول راویوں سے مروی ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۰ھ) بھی ثلاثا کی روایت کے بجائے طلاق البتۃ کی روایت کو صحیح اور ثابت شدہ قرار دیتے ہیں۔[2]

سو اگر کسی راوی نے روایت بالمعنی کے طور پر طلاق البتۃ کو ثلاثا کہہ کر بیان کر دیا تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اپنا فہم اور اجتہاد ہو۔ تاہم نقل واقعہ کی صحیح صورت یہ نہیں ہے پھر دوسری طرف جب اصح روایتوں میں البتۃ کا لفظ موجود ہے تو ثلاثا کہنے کی ضد کرنا نیک بخت لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا۔

برطانیہ کے غیر مقلد علماء نے تین طلاقوں کو ایک بتلانے کے لئے جن دو معروف روایتوں کا سہارا لیا تھا ہم نے اس کی حقیقت آپ کے سامنے رکھ دی ہے اس سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ دور جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں طلاق کو ایک کھیل اور مذاق سمجھا جاتا اور جب کسی کا جی چاہتا دس بیس سو پچاس طلاقیں دے دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے پہلے اس سے رجوع کر لیتا جس سے ان کا مقصد عورتوں کو پریشان کرنا اور انہیں اذیت میں رکھنا تھا جب ایسے حالات سامنے آئے اور آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے طلاق کی ایک حد متعین فرما دی اور قرآن کی آیت الطلاق مرتان نازل فرما کر واضح کر دیا کہ مرد کو دو

---

(1) شرح صحیح مسلم ج۱ ص۴۷۸۔

(2) دیکھئے نیل الاوطار ج۶ ص۲۴۶۔

طلاقوں تک اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ عدت پوری سے پہلے اس سے رجوع کر سکتا ہے ہاں جب کوئی تیسری طلاق دے دے (خواہ متفرق دے خواہ ایک مجلس میں دے دے) اب اس کا یہ اختیار ختم ہو گیا۔ اور عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور بغیر حلالہ کے اس کے نکاح میں آنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔
آنحضرت ﷺ کے سامنے جب کبھی طلاق کا کوئی مسئلہ پیش آیا تو آپ نے اسی قرآنی حکم کے مطابق اس کا فیصلہ فرمایا اور ذخیرہ حدیث میں ایک حدیث صحیح صریح اور غیر معارض ایسی نہیں ملتی جس میں آپ ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک بتلایا ہو اور تین طلاقوں والی عورت کو اپنے شوہر کے پاس رہنے کا فیصلہ دیا ہو۔ چونکہ قرآن کریم اور حضور ﷺ کے ارشادات اور فیصلے صحابہ کرام کے سامنے موجود تھے اس لئے ان سے یہ کیسے ممکن ہوتا کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ کرتے اور تین طلاقوں کے ایک ہونے کا حکم دیتے۔ چنانچہ احادیث اور واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جن اجلہ صحابہ کرام کے سامنے طلاق کے مسئلے پیش ہوئے انہوں نے قرآن اور حضور ﷺ کے فیصلوں کو سامنے رکھتے ہوئے تین طلاقوں کو تین بتلایا اور ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ تین طلاقیں تین نہیں ایک ہوتی ہے۔ اور جن ایک دو روایتوں سے تین طلاقوں کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے ائمہ مجتہدین محدثین کرام اور علماء امت نے دوسری احادیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کر دی اور چودہ سو سال سے یہ مسئلہ اجماعا چلا آرہا ہے۔
درمیان میں اگر کسی بزرگ نے اس سے اختلاف کیا تو علماء امت نے اسے اس کا تفرد قرار دیا اور کبھی اسے لائق احتجاج نہیں سمجھا بلکہ خود ان کے اپنے شاگردوں نے بھی اس کی مخالفت کی اور وہ شریعت کی اسی سڑک پر چلتے رہے جس پر پہلے سے علماء امت چلے آرہے تھے۔ اور ہر دور میں یہ سمجھا گیا کہ تین طلاقوں کو ایک بتلانا شیعوں اور بعض ظواہر کا مذہب ہے مگر افسوس کہ چودھویں صدی میں انگریزوں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے ایک فرقہ نے جہاں اور بہت سے عقائد و مسائل میں اہل سنت

سے الگ راہ پسند کی طلاق کے مسئلے پر بھی وہ اہل سنت کے بجائے شیعہ یا ظاہری مذہب کے پیرو ہوئے اور یہ نہ دیکھا کہ شیعہ علماء نے حلال و حرام کے مسائل میں کہاں کہاں ٹھوکریں کھائیں ہیں اور کن کن راہوں سے وہ عفت و عصمت کو تار تار کرتے آرہے ہیں۔

جس طرح شیعہ علماء کی زبانیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف درباب حرمت متعہ بے لگام اور تیز رہتی ہیں اہلحدیث (باصطلاح جدید) کی زبانیں بھی درباب طلاق ثلاثہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ کم نہیں چلتیں یہ لوگ جب کھلے عام یہ کہتے ہیں کہ شریعت محمدی میں تو تین طلاقیں ایک ہوتی رہیں مگر عمر فاروق نے بعض مصالح اور سیاست کے پیش نظر قرآنی حکم میں ترمیم کردی اور اسلام کے مسئلہ طلاق کا حلیہ بدل دیا اور بزور طاقت تین طلاقوں کو تین قرار دے کر بیویوں کو ان کے شوہروں سے جدا کر دیا تو آپ ہی بتلائیں کہ عام مسلمانوں کے ذہنوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ اور کیا پھر وہ حضرت عمر فاروق کا اس طرح احترام کر پائیں گے جس طرح اہل سنت والجماعت کرتے ہیں (ہم آگے چل کر بتلائیں گے کہ ان لوگوں کی زبانیں حضرت عمر فاروق کے بارے میں کتنی دراز ہیں؟)

☆... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اعلان سیاسی تھا یا شرعی؟

آیئے ہم شیعہ علماء اور ان کے پیروکاروں کے اس دعوی پر بھی ایک نظر کرتے چلیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جو اعلان کیا تھا وہ غیر شرعی تھا اور انہیں اس کا کوئی حق نہ تھا۔

عرض یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر وہی موقف ومذہب تھا جو شروع سے چلا آرہا تھا اور جس پر اجلہ صحابہ کرام فیصلے کررہے تھے آپ نہ تو کسی نئی شریعت کے مدعی اور موجد تھے اور نہ انہیں شریعت کے کسی فیصلے کو بدلنے کا اختیار تھا آپ کے بارے میں یہ پراپیگنڈہ کرنا کہ انہوں نے شریعت کے کچھ احکام

شریعت کے بجائے سیاست اور ایسی مصلحت سے طے کئے تھے جو غیر شرعی تھے ایک بڑی خطرناک روش ہے اور یہ وہی لوگ کرتے ہیں جو مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے بدگمان کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ اہلحدیث (باصطلاح جدید) کے بعض علماء بھی یہ زبانیں بولتے نہیں سوچتے کہ ان کے اس قسم کے دعوؤں اور بیانات سے خلفائے راشدین کی سنتیں اوران کی شخصیتیں خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات کیا مجروح نہیں ہوگی؟ برطانیہ کے اہلحدیث (باصطلاح جدید) علماء کا یہ بیان دیکھیں جو روزنامہ آواز لندن کی ۶ جون ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے کہ:

> "حضرت عمر نے لوگوں کو اس روش سے روکنے کے لئے بطور تعزیر کے دوسرا فیصلہ کیا تھاہم ان کا یہ دعوی کسی صورت تسلیم نہیں کرسکتے اگر ہم یہ بات مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلفائے راشدین بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعض ایسے فیصلے بھی کئے ہیں جو قرآن وحدیث پر مبنی نہ تھے انہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم شرعاً نہیں تعزیراً دیا تھا۔"

گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ دیا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی سنت کے بالکل برعکس تھا اور انہیں اس بات کا حق حاصل نہ تھا وہ تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم بتلائیں۔

برطانیہ کے ان غیر مقلد علماء کو کیا اتنا بھی معلوم نہیں کہ تعزیز نافذ ہونے کے بعد مجرم پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اگر حضرت عمر فاروق صلی اللہ علیہ وسلم کا تین طلاق کو تین قرار دینا واقعی بطور تعزیر کے تھا تو غیر مقلد علماء کیا بتلاسکتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین طلاق قرار دینے کے بعد پھر اسے ایک طلاق کہا ہو کیونکہ بقول ان کے تین کہنا تو محض ایک تعزیر تھی شریعت کا حکم نہ تھا۔

یہ چند غیر مقلد علماء کی بات نہیں مسئلہ طلاق میں یہ لوگ یہاں تک کہنے سے نہیں چوکتے کہ حضرت عمر فاروق کا یہ اعلان سیاسی تھا شرعی نہ تھا گویا آپ مسئلہ طلاق

میں سیاست کھیل رہے تھے اور لوگوں کے گھر بسانے کے بجائے اجاڑنے میں آپ لگے ہوئے تھے جو عورت تین طلاقیں دینے کے باوجود مرد کے نکاح میں تھی حضرت عمر فاروق نے اس عورت کو اس کے نکاح سے نکال کر دوسرے سے نکاح کرنے کا راستہ کھول دیا تھا اور یہ ان کی سیاست تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غیر مقلدوں کے سردار جناب مولانا ثناء اللہ امرت سری مرحوم (۱۳۶۷ھ) کہتے ہیں:

"حضرت عمر کا یہ فعل شرعی نہ تھا سیاسی تھا۔"

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے معروف اہلحدیث عالم جناب مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب مرحوم (۱۳۷۵ھ) کو جنہوں نے مولانا امرتسری کے اس بیان کو انتہائی خطرناک قرار دے کر پوری قوت سے اس کی تردید کی اور غیر مقلد عوام کے ذہنوں میں حضرت عمر فاروق کے خلاف جو ذہن سازی کی جارہی تھی اس کو جس طرح روکا ہے اسے حضرت مولانا مرحوم کے درج ذیل بیان میں دیکھئے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا بہت بڑی جرات ہے واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل ہل گیا اور حیرانگی ہوئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفہ رسول اللہ کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کو وہ سنت کے بدلنے میں اس قدر جری تھا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور پیچ در پیچ غلطیوں کے سلسلہ میں پڑ گئے ہیں۔ یہ کہنا کہ خلیفہ کے بعد اس کے بحال رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہوا سراسر غلط ہے اور ایجاد بندہ ہے محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنی کہ وہ اسے ایک سیاسی حکم سمجھتے تھے بالکل غلط ہے اور ایجاد بندہ ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اب بھی بحال رہنا چاہئے بلکہ وہ تو اسے

اس لئے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

جناب نے یہ جو فرمایا ہے کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں اس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین مراد لیں تو بجا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ علیہم اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث جن کے اسمائے گرامی لکھنے میں خوف طوالت ہے محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کلیتاً تو درست نہ ہوئی کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیونکہ یہ سب ائمہ مذکورین صورت زیر سوال میں تین طلاق پڑنے کے قائل ہیں اور اس کے دلائل شرعیہ بیان کرتے ہیں۔ کیا جناب مہربانی فرما کر ان بزرگان دین کی تصریحات بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے جہاں انہوں نے اس حکم فاروقی کو محض ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور اسے مذہبی نہ سمجھا ہو اور پھر اسے بحال رکھا ہو۔

ہمیں بار بار اپنے قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی تحریر نہ ملی جس میں یہ مذکور رہو کہ ائمہ عظام نے حضرت عمرؓ کے اس حکم کو محض ایک سیاسی سمجھا۔ اور اگر لفظ محدثین سے جناب کی مراد بعض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گذارش کریں گے کہ جناب اس کے حوالہ کی تکلیف گوارا کر کے اور ہم پر احسان کر کے ثواب دارین حاصل کریں کہ وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جائز مداخلت ہو اور اگر محدثین سے آپ کی اپنی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علماء اہل حدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف۔ مجھے آپ کو یا ان کو محدثین کہنے میں تامل ہے دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر سے نظر گذار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔

آخر میں ہم پھر دہراتے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالک کا مؤطا پھر امام شافعی کی کتاب الام پھر متاخرین میں سے شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء ملاحظہ فرمایئے جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں تو ایسا شخص ہوا نہیں کہ اسے امام کہہ سکیں اور دوسرے ممالک کا حال خدا جانے۔ ان سب کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت دلائل شرعیہ سے کی گئی ہے۔ [1]

مولانا مرحوم نے اپنے بیان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے ان تمام غیر مقلد علماء کو جو حضرت عمر فاروق کے اس اعلان کو کبھی سیاسی کبھی تعزیر اور کبھی مصلحت کا نام دے کر لوگوں کا ذہن خراب کرتے ہیں غور کرنے کی اس طرح دعوت دی ہے کہ:

"یہ نہ سوچا کہ اگر حضرات شیعہ کسی وقت آپ کا پرچہ پیش کر کے سوال کو پلٹ کر یوں کہہ دیں کہ آپ کے خلیفہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل ڈالا سنت صدیقی کے بھی خلاف کیا اور خود بھی دو تین سال تک اسی سمنت مستمرہ پر عمل کرتے رہے پھر اپنے بھی خلاف کیا اور ان زمانوں میں جس قدر صحابہ تھے ان سب کے خلاف کیا۔ گویا قرآن کے خلاف کیا خلاف حدیث کیا اور خلاف اجماع صحابہ کیا ان تین دلیلوں کے بعد آپ کے پاس کونسی دلیل تھی جس سے آپ کو ان کے خلاف کرنا جائز ہوا۔ یا تو دلیل لایئے یا پھر خلیفہ کی مداخلت فی الدین اور معاذ اللہ تحریف و تبدیل دین مانئے تو اس کے جواب میں کیا کہہ سکیں گے۔ اللہ اکبر۔ اہل سنت و اہل حدیث ہو کر اور خلافت فاروقی کو حق مان کر اس قدر جرات۔ اعاذنا اللہ منھا۔" [2]

جو لوگ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کو دینی رہنما اور اکابر

---

(1) اخبار اہلحدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء۔

(2) ایضا منقول از الازہار المربوعہ ص ۱۳۳۔

سلف میں سے سمجھتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اپنے استاذ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکیلے کھڑے ہیں وہ بھی یہ بات کھلے دلوں تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان شریعت کی روشنی میں تھا سیاسی ہرگز نہ تھا موصوف لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے مسئلہ طلاق میں حماقتیں کرنی شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد (حضرت عمر فاروق) اور ان کے ساتھ صحابہ کرام کی زبانوں پر از روئے شرع ان پر جاری کر دیا:

فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الْأُحْمُوقَةَ، وَتَرَكُوا تَقْوَى اللَّهَ، وَلَبَسُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ، وَطَلَّقُوا عَلَى غَيْرِ مَا شَرَعَهُ اللَّهُ لَهُمْ، أَجْرَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ الْخَلِيفَةِ الرَّاشِدِ وَالصَّحَابَةِ مَعَهُ شَرْعًا وَقَدَرَ إِلْزَامَهُمْ بِذَلِكَ، وَإِنْفَاذَهُ عَلَيْهِمْ،[1]

حافظ ابن قیم حضرت عمر فاروق کے فیصلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فلما رأى أمير المؤمنين أن الله سبحانه عاقب المطلق ثلاثا، بأن حال بينه وبين زوجته وحرمها عليه حتى تنكح زوجا غيره، علم أن ذلك لكراهته الطلاق المحرم، وبغضه له فوافقه أمير المؤمنين في عقوبته لمن طلق ثلاثا جميعا بأنه ألزمه بها وأمضاها عليه.[2]

"جب امیر المؤمنین نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تین طلاق دینے والے کو یہ سزا دی ہے کہ تین طلاق دینے والے کے درمیان اور اس کی مطلقہ بیوی کے درمیان آڑ واقع کر دی اور بیوی کو اس پر حرام کر دیا یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے تو امیر المؤمنین نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ اس وجہ

(1) اعلام الموقعین ج ۳ ص ۴۷۔

(2)

سے ہے کہ وہ حرام طلاق کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے اس لئے امیر المؤمنین نے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ اس سزا میں اللہ تعالیٰ کی موافقت فرمائی اس شخص کے حق میں جو تین طلاقیں بیک وقت دے ڈالے اس موافقت کی بناء پر حضرت عمر نے ایسے شخص پر تین طلاقیں لازم کر دیں اور ان کو اس پر نافذ کر دیا۔"

عالم عرب کے معروف محدث اور جلیل القدر عالم علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابن قیم کو یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے کلام فاسد پر یہ کہہ کر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ حضرت عمر کا یہ عمل تعزیز کے قبیل سے تھا جو ان کے لئے مشروع تھی لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص تعزیر کے طور پر ایک شرعی حکم کے الغاء کا اقدام کرے؟ اور ایسے نام نہاد تعزیری حکم کا اس تعزیر سے کیا جوڑ جو شریعت میں معروف ہے اور جس کے فقہائے امت قائل ہیں ابن قیم اس مسئلے پر طول طویل کلام کرنے کے باوجود اس کی ایک بھی نظیر تو پیش نہیں کر سکے بلکہ اس دروازہ کا کھولنا در حقیقت پوری شریعت کو اس قسم کے حیلوں بہانوں سے معطل کر دینے کا دروازہ ہے۔۔۔ پس اس قسم کی توجیہ در حقیقت ایک گندی تہمت ہے حضرت عمر پر بھی اور ان جمہور صحابہ پر بھی جنہوں نے حضرت عمر کی اس مسئلے میں موافقت کی اور خود شریعت مطہرہ پر بھی۔ چنانچہ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جس نے مسئلے کی گہرائی میں اتر کر دیکھا ہو اور جس نے اس کے تمام اطراف وجوانب کی پوری چھان بین کی ہو محض شاذ اقوال کی تقلید پر اکتفانہ کیا ہو یا بحث کے محض کسی ایک گوشے کو نہ لے اڑا ہو۔ (1)

"یہ سمجھنا کہ حضرت عمر کا یہ عمل سیاسی تھا جس کو بطور تعزیر اختیار کرنے کی

(1) ص ۵۷۸

حضرت عمر کے لئے گنجائش تھی یہ نری تہمت ہے جس سے حضرت عمر کا دامن پاک ہے آخر ایسا کون ہوگا جو سیاست کے طور پر شریعت کے خلاف بغاوت کو جائز رکھے؟"(۱)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ) کا یہ ایمان افروز بیان ملاحظہ فرمائیے۔ آپ آیت استخلاف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکلمۃ لیمکن لھم دینھم الذی ارتضی لھم دلالت می کند بر دو معنی یکے آنکہ ایں خلفاء کہ خلافت ایشاں موعود است چوں وعدہ منجز شود دین علی اکمل الوجوہ بہ ظہور آید۔ (۲) دوم آنکہ از باب عقائد وعبادات ومعاملات ومناکحات واحکام خراج آنچہ در عصر مستخلفین ظاہر شود وایشاں باہتمام سعی در اقامت آں کنند دین مرتضی است پس اگر الحال قضائے مستخلفین در مسئلہ یا فتوی ایشاں در حادثہ ظاہر شود آں دلیل شرعی باشد کہ مجتہد بآں تمسک نماید زیرا کہ آں دین مرتضی است کہ تمکین آں واقع شود(2)

"جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے واسطے جمادے گا۔ آیت استخلاف کا یہ جز دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ یہ خلفاء جن کی خلافت کا وعدہ جس وقت اس وعدہ کا ظہور ہوگا دین الٰہی مکمل ترین صورت میں رائج ہوگا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ عقائد عبادات معاملات شادی بیاہ کے احکام اور خراج کے احکام جو خلافت کے زمانے میں ان کی کوشش واہتمام سے رائج ہوئے وہ سب اللہ کے پسندیدہ کام ہیں لہٰذا اس عہد کا جو فیصلہ یا فتوی ان امور سے متعلق آج دستیاب ہو وہ حجت اور دلیل شرعی ہوگا کیونکہ

(1) آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۶ ص ۵۸۲۔

(2) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ص۱۹۔

وہی دین پسندیدہ ہے جس کو تمکین و قوت حاصل ہوئی ہے۔"

اس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ تین طلاقوں کو ایک بتلانے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سیاست اور مصلحت کا الزام لگانا اور انہیں شریعت کے واضح اور صریح حکم کی خلاف ورزی کرنے والا کہنا بڑی انصافی اور زیادتی کی بات ہے۔ ہم شیعہ علماء سے تو اس قسم کی فضولیات سنتے رہتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے آپ کو حدیث کا پیرو کہتے ہیں وہ اگر اس قسم کی بیان بازی کریں تو یقیناً بڑے دکھ کی بات ہے۔ ہمیں غیر مقلدوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس نے بنارس (بھارت) کے اس غیر مقلد رئیس احمد ندوی کے اس بیان کی مخالفت کی ہو جس میں اس نے نہایت بے باکی سے کھل کر لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے سیاسی منظر نامے کے لئے قرآن کریم میں ترمیم کرنے سے بھی باز نہ آئے تھے (معاذ اللہ)۔ موصوف لکھتے ہیں:

"موصوف عمر کے خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی"۔(1)

کیا کوئی دکھا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہاں فرمائی اور اس بات کا کب اعتراف کیا کہ میں نے قرآن کریم کے حکم میں ترمیم کر دی ہے؟ کیا قرآن کریم میں ترمیم کرنا اور اس کے ایک واضح حکم کو بدلنا کیا جرم نہیں؟ اور آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام کا سنتے کانوں اور دیکھتی آنکھوں اس ترمیم پر نہ صرف خاموش رہنا بلکہ اس جرم کا ساتھ دینا کیا صحابہ کرام کے ایمان اور ان بزرگوں کے دیانت اور دینی حمیت و غیرت پر حملہ نہیں؟ سعودیہ کی مجلس کبار علماء نے اپنے فیصلے میں اس طرف توجہ دلائی ہے:

---

(1) تنویر الآفاق ص ۴۹۸۔

مخالفین کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاق سے تین کے نفاذ کا حکم سزا کے طور پر جاری کیا تھا اس لئے کہ ایسے کام میں جس پر بڑے غور وفکر کے بعد اقدام کرنا چاہئے تھا، لوگوں نے عجلت سے کام لینا شروع کر دیا تھا لیکن یہ بات تسلیم کرنا موجب اشکال ہے، اس لئے کہ حضرت عمرؓ جیسا متقی عالم وفقیہ کوئی ایسی سزا کیسے جاری کر سکتا ہے جس کے اثرات مستحق سزا تک ہی نہیں محدود رہتے بلکہ دوسری طرف (یعنی بیوی کی طرف) بھی پہونچتے ہیں۔ حرام فرج کو حلال کرنا اور حلال فرج کو حرام کرنا اور حقوق رجعت وغیرہ کے مسائل اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

جو لوگ حضرت عمر فاروق پر قرآن کریم میں ترمیم کے تہمت لگاتے ہیں اور اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت بھی کرتے ہیں کیا ان کے منہ سے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں؟ ہمیں چودہ سالوں میں کوئی ایک اہل حدیث ایسا نہیں ملا جس نے حضرت عمر فاروق پر قرآن میں ترمیم کرنے کا الزام لگایا ہو۔ اس قسم کی خباثتیں روافض کی زبانوں سے نکلتی ہیں ان لوگوں سے نہیں جو حدیث رسول کی پیروی میں چلتے ہیں۔

☆-- کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اعلان پر کبھی نادم ہوئے تھے؟:

غیر مقلد علماء جب اس باب میں اجماع صحابہ ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت کے یک زبان ہونے کا کوئی جواب نہیں دے پاتے تو وہ اپنے مقلدین کو یہ کہہ کر اطمینان کرا دیتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فعل پر آخرکار بڑی ندامت ہوئی تھی اور انہیں اس کا افسوس تھا کہ انہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم کیوں دیا تھا؟ ایک صاحب لکھتے ہیں:

"یہ ان کا (یعنی حضرت عمر فاروق کا) اپنا اجتہاد تھا جو مخصوص حالات کو پیش نظر رکھ کر لوگوں کے ایک مخصوص طرز عمل کو روکنے کے لئے کیا گیا بعد میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر ندامت ہوئی اور انہوں نے اس سے رجوع کرلیا۔"

جواباً گذارش ہے کہ غیر مقلد علماء کی یہ بات جھوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی الاعلان اپنی بات سے رجوع کرنے کا اعلان کر دیتے مگر سچ تو یہ ہے کہ نہ آپ نے کبھی کسی ندامت کا اظہار فرمایا نہ کہیں کوئی رجوع کا ذکر چلا اور آپ کیوں ندامت کرتے؟ کیا شریعت کے حکم کو جاری اور نافذ کرنا کوئی جرم ہے کہ اس کے ارتکاب سے ندامت کا اظہار کیا جائے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو آپ ہی بتائیں پھر صحابہ کی جماعت کیوں تین طلاقوں کو تین کہتی رہی؟ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مسئلہ غلط تھا اور حضرت عمر نادم ہو گئے تھے؟ کیا صحابہ کی اتنی بڑی جماعت میں سے کسی کو پتہ نہ چلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ندامت کا اظہار کر کے دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں؟ پھر تابعین عظام پر بھی حضرت عمر فاروق کی ندامت مخفی رہی۔ اور پھر ائمہ مجتہدین اور امت کے جبال العلم والفضل بھی اس ندامت سے لاعلم رہے اور امت چودہ سو سالوں سے ایک غلط اور خلاف شریعت مسئلہ پر چلتی رہی اور ان کی وجہ سے لوگوں کے گھر اجڑتے رہے (استغفر اللہ)۔ کیا یہ بات مانی جا سکتی ہے؟ نہیں۔ سو سچی بات یہ ہے کہ یہ نرا جھوٹ ہے۔

اور اگر غیر مقلدوں کا یہ دعوی درست ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے تھے اور انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا تو یہ سوال اپنی جگہ قائم ہو گا کہ کیا اجلہ صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی معلوم نہ ہوا کہ مسئلہ تین طلاقوں کے تین ہونے کا اب ختم ہو گیا ہے اب تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی؟ اگر حضرت عثمان حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور دیگر اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے بخوبی واقف تھے تو ان بزرگوں کے بارے میں کیا یہ تصور نہیں ہو گا کہ یہ تمام صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے شریعت

کے مخالف کام کر رہے تھے اور ایک حلال کو حرام بنا رہے تھے۔ ایمانداری سے بتلائیں کیا ہم صحابہ کے بارے میں یہ گمان رکھ سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں!

جو لوگ اس طرح کی بات کرتے ہیں پھر ان سے یہ بھی پوچھئے کہ یہ بات انہیں کس نے بتلائی ہے؟ جواباً کہتے ہیں کہ یہ بات کہنے والا خالد کا والد یزید ہے مگر یہ لوگ یہ نہیں بتلاتے کہ علماء رجال تصریح کرتے ہیں کہ یزید کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی پھر اس نے یہ بات کس سے سنی اس کا بھی وہ ذکر نہیں کرتا (گویا روایت منقطع ہے) چونکہ اس کی عادت تدلیس کی تھی اس لئے اس کی بات اور روایت کو کوئی بھی وزن دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ امام احمد اور دیگر علماء نے اس کا ذکر ضعفاء میں بھی کیا ہے امام الجرح والتعدیل امام یحیٰ بن معین نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ندامت کے غیر مقلدانہ دعوی کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے باپ تو کجا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آیا:

لم يرض أن يكذب على أبيه حتى كذب على أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم[1]

افسوس کہ غیر مقلد علماء اس قسم کے راویوں سے اجماع صحابہ کی حیثیت اور اہمیت کو گھٹاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں ایک ہو جائے گی۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لیجئے یہ ہے وہ روایت جس کے سہارے اہلحدیث لوگ ابن قیم کی تقلید میں یہ دعوی کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا تھا کہ تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہے خواہ ایک مجلس میں دی جائیں یا ایک لفظ سے غیر مقلدوں کی بے انصافی دیکھنے کے لئے اس روایت کی سند اور متن پر ہی غور کر لینا ضروری

---

(1) تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۹۔ و مجلہ البحوث الاسلامیہ ص۔ ۱۰۸ سعودیہ۔

ہے۔"[1]

"یہ جھوٹا اپنے والد کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کر کے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت عمر کے اظہار ندامت کو بیان کیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے باپ نے حضرت عمر کا زمانہ ہی نہیں پایا اور وہ تدلیس میں بھی معروف تھا۔
حافظ ابن قیم پر تعجب ہے کہ وہ ایک کذاب کی جھوٹی اور مجہول روایت سے حضرت عمر کی ندامت ثابت فرمارہے ہیں اور غیر مقلدوں پر حیرت ہے کہ وہ اس کو حضرت عمر کے رجوع کا نام دے رہے ہیں۔۔۔ الغرض اول تو یہ روایت ہی سنداً و متناً غلط اور مہمل ہے اور اگر بفرض محال اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم الناطق بالصدق والصواب نے اپنے سابقہ فیصلے سے رجوع کر لیا تھا حضرت امیر المؤمنین کی طرف اپنے فیصلے سے رجوع منسوب کرنا آپ کی ذات عالی پر سراسر ظلم اور بہتان وافتراء ہے مجھے حیرت ہے کہ غیر مقلدین حضرات کو حضرت عمر کی ذات سے کیا ضد ہے کہ ان کی طرف پے در پے جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور ان حضرات کو یہ سوچنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر حضرت عمر کا یہ فیصلہ وقتی یا کسی مصلحت پر مبنی ہوتا یا آپ اس فیصلے سے آخری عمر میں رجوع فرمالیا ہوتا تو تمام صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ تک جماہیر خلف وسلف اس فیصلے پر مصر کیوں کر رہ سکتے تھے؟[2]

ہماری ان گذارشات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے تو وہ تینوں اسی وقت واقع ہو جائے گی اور یہ بات قرآن وحدیث سے واضح اور ثابت ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے جس کے بعد اب اس

---

(1) آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۶ ص ۵۳۰۔
(2) ج۶ ص ۵۳۱۔

مسئلے میں اختلاف کرنا اور دین کے معاملے میں ان پر بدگمانی کی راہ کھولنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ اگر اس مسئلے میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوتا تو آگے ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین میں بھی اس موضوع پر اختلاف نظر آتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین اور پھر ان مذاہب کے پیروکاروں میں محدثین مفسرین متکلمین فقہاء علماء سب کے سب بیک زبان یہ کہتے آرہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں ایک نہیں۔ اب بھی اگر اس کو حجت نہ مانا جائے تو پھر بتلائیں حجت اور کس طرح قائم ہوگی۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے کہ مشائخ علم اور ائمہ دین کسی مسئلہ پر اجماع کرلیں تو ان کا اجماع حجت قاطعہ ہوگا:

وهؤلاء إذا أجمعوا فإجماعهم حجة قاطعة، لا يجتمعون على ضلالة[1]

اگر چودہ سو سالوں میں کسی ایک یا دو چار نے تین طلاقوں کے تین ہونے میں اختلاف کیا اور اپنی ایک الگ راہ اختیار کی تو اس سے اس مسئلہ کو اختلافی قرار دے کر دو چار کی بات کو جمہور علماء امت کے مقابلے میں لا کھڑا کرنا کہاں کی شرافت و دیانت ہے۔ امت کے ان جلیل القدر علماء کے ان بیانات کو دیکھئے جن میں وہ صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ صحابہ اور ائمہ اسلام پوری دیانت اور جرات کے ساتھ اس موقف اور مذہب پر کھڑے ہیں اور روافض کی یہ بات سننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت کا حکم بدل ڈالا تھا۔ (معاذ اللہ)

امام احمد بن علی الرازی الجصاص رحمۃ اللہ علیہ (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُ أَقَاوِيلِ السَّلَفِ فِيهِ وَأَنَّهُ يَقَعُ وَهُوَ مَعْصِيَةٌ فَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ السَّلَفِ تُوجِبُ إِيقَاعَ الثَّلَاثِ مَعًا

(1) الواسطہ بین الحق والخلق ص ۴۷۔

وَإِنْ كَانَتْ مَعْصِيَةً[1]

امام ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ طَوَّفْتُ فِي الْآفَاقِ، وَلَقِيتُ مِنْ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ، وَأَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ كُلَّ صَادِقٍ، فَمَا سَمِعْتُ لِهَذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِخَبَرٍ، وَلَا أَحْسَسْتُ لَهَا بِأَثَرٍ، إِلَّا الشِّيعَةَ الَّذِينَ يَرَوْنَ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ جَائِزًا، وَلَا يَرَوْنَ الطَّلَاقَ وَاقِعًا۔—وَقَدِ اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْإِسْلَامِ، وَأَرْبَابُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ فِي الْأَحْكَامِ عَلَى أَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ فِي كَلِمَةٍ، وَإِنْ كَانَ حَرَامًا فِي قَوْلِ بَعْضِهِمْ، وَبِدْعَةً فِي قَوْلِ الْآخَرِينَ، لَازِمٌ.[2]

وَاتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْفَتْوَى عَلَى لُزُومِ إِيقَاعِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُورِ السَّلَفِ[3]

شارح مسلم امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ وَجَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ يَقَعُ الثَّلَاثُ[4]

امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی رحمۃ اللہ علیہ (۴۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وَالدَّلِيلُ عَلَى مَا نَقُولُهُ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ؛ لِأَنَّ هَذَا مَرْوِيٌّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ

---

(1) احکام القرآن ج ۲ ص ۸۵۔

(2) اضواء البیان ج ۱ ص ۵۶۶۔

(3) الجامع حکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۹۔

(4) نووی ج ۱ ص ۴۷۸۔

عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ - وَلَا مُخَالِفَ لَهُمْ.[1]

امام ابوالحسن علی بن عبداللہ اللخمی رحمۃ اللہ علیہ (۔۔۔) لکھتے ہیں:

فالجمهور من العلماء: على أنه يلزمه الثلاث، وبه القضاء، وعليه الفتوى، وهو الحق الذي لاشك فيه".[2]

محدث حافظ عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

قال ابن رجب: أعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة ولا من التابعين ولا من الأئمة السلف المعتد بقولهم في الفتاوي في الحلال والحرام شيء صريح في أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة إذا سبق بلفظ واحد[3]

جاننا چاہئے کہ صحابہ تابعین اور ان ائمہ سلف سے جن کا قول وحرام کے فتوی میں لائق اعتبار ہے کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں صحبت کے بعد ایک شمار ہوں گی جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں۔

صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

فَالرَّاجِحُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ وَإِيقَاعُ الثَّلَاثِ لِلْإِجْمَاعِ الَّذِي انْعَقَدَ فِي عَهْدِ عُمَرَ عَلَى ذَلِكَ وَلَا يُحْفَظُ أَنَّ أَحَدًا فِي عَهْدِ عُمَرَ خَالَفَهُ فِي وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَقَدْ دَلَّ إِجْمَاعُهُمْ عَلَى وُجُودِ نَاسِخٍ وَإِنْ كَانَ خَفِيَ عَنْ بَعْضِهِمْ قَبْلَ ذَلِكَ حَتَّى ظَهَرَ لِجَمِيعِهِمْ

---

(1) المنتقی شرح الموطا ج۴ ص ۳۔

(2) اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۳۲۶ لابن قیم بحوالہ الوثائق الکبیرۃ۔

(3) مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان الطلاق الثلاث واحدۃ۔ بحوالہ الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۳۵ للعلامۃ الکوثری۔

فِي عَهْدِ عُمَرَ فَالْمُخَالِفُ بَعْدَ هَذَا الْإِجْمَاعِ مُنَابِذٌ لَهُ منهما[1]

صحیح بخاری کے شارح حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَمذهب جَمَاهِير الْعلمَاء من التَّابِعين وَمن بعدهمْ مِنْهُم: الْأَوْزَاعِيّ وَالنَّخَعِيّ وَالثَّوْرِي وَأَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه وَمَالك وَأَصْحَابه وَمَالك وَأَصْحَابه وَالشَّافِعِيّ وَأَصْحَابه وَأحمد وَأَصْحَابه، وَإِسْحَاق وَأَبُو ثَوْر وَأَبُو عبيد وَآخَرُونَ كَثِيرُونَ، عل أَن من طلق امْرَأَته ثَلَاثًا وقعن وَلكنه يَأْثم، وَقَالُوا: من خَالف فِيهِ فَهُوَ شَاذ مُخَالف لأهل السّنة وَإِنَّمَا تعلق بِهِ أهل الْبدع وَمن لَا يلْتَفت إِلَيْهِ لشذوذه عَن الْجَمَاعَة الَّتِي لَا يجوز عَلَيْهِم التواطؤ على تَحْرِيف الْكتاب وَالسّنة[2]

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْعِبْرَةَ فِي نَقْلِ الْإِجْمَاعِ مَا نُقِلَ عَنْ الْمُجْتَهِدِينَ لَا الْعَوَامّ وَالْمِائَةُ الْأَلْفِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ عَنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا تَبْلُغُ عِدَّةُ الْمُجْتَهِدِينَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ كَالْخُلَفَاءِ وَالْعَبَادِلَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَقَلِيلٍ وَالْبَاقُونَ يَرْجِعُونَ إلَيْهِمْ وَيَسْتَفْتُونَ مِنْهُمْ، وَقَدْ أَثْبَتْنَا النَّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيحًا بِإِيقَاعِ الثَّلَاثِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إلَّا الضَّلَالُ. وَعَنْ هَذَا قُلْنَا: لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَاحِدٍ وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَسُوغُ الِاجْتِهَادُ فِيهِ فَهُوَ

(1) فتح الباری ج۹ ص۳۱۹۔

(2) عمدۃ القاری ج۲۰ ص۲۳۳۔

خِلَافٌ لَا اخْتِلَافٌ، وَالرِّوَايَةُ عَنْ أَنَسٍ بِأَنَّهَا ثَلَاثٌ أَسْنَدَهَا الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ.(1)

فقہائے صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں مثلا خلفائے راشدین حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس حضرت زید بن ثابت حضرت معاذ بن جبل حضرت انس حضرت ابوہریرہ وغیرہم ان کے سوا فقہائے صحابہ قلیل قلیل ہیں اور باقی حضرات انہی سے رجوع کرتے اور انہی سے فتوی دریافت کرتے تھے اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کر چکے ہیں کہ وہ (ایک مجلس کی) تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے اور ان کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظ واحد ایک ہوگی تو اسکا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں لہذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں اور حضرت انس کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

امام جمال الدین یوسف بن حسن مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (۹۰۹ھ) لکھتے ہیں:

الفصل الاول فی ان الطلاق الثلاث یقع ثلاثا هذا هو الصحیح من المذهب ولا تحل له حتی تنکح زوجا غیره وهذا القول مجزوم به فی اکثر کتب اصحاب الامام احمد کالخرقی والمقنع والمحرر والهدایة وغیرهم من کتب اصحاب الامام احمد رحمه الله ولا یعدل عنه۔ قال الاثرم سالت ابا عبدالله عن حدیث ابن عباس کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر واحدة بای شئ تدفعه؟ فقال بروایة الناس عن ابن عباس واکثرهم لم یحک غیره والله اعلم

(1) فتح القدیر ج۳ ص۴۷۰۔

الفصل الثانی قال بہ ابن عباس غیر مرة وابن عمر وعبداللہ بن عمرو وعثمان وعلی وابن مسعود وانس ذکرہ فی المغنی وقال وھو قول اکثر اھل العلم وبہ قال احمد والشافعی وابوحنیفة ومالک والثوری وابن ابی لیلی والاوزاعی وقام بہ من اصحابنا الخرقی والقاضی وابوبکر وابن حامد وابن عقیل وابو الخطاب والشیرازی والشیخ موفق الدین والشیخ مجد الدین والشریف حتی اکثر اصحاب الامام احمد علی ھذا القول وھذا القول اختارہ ابن رجب وقد صنف ردا علی من قال خلافہ[1]

محدث امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

وَالْجُمْهُورُ عَلَى وُقُوعِ الثَّلَاثِ، بَلْ حَكَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ الْإِجْمَاعَ قَائِلًا: إِنَّ خِلَافَهُ شَاذٌّ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ.[2]

مصر کے مشہور شافعی عالم شیخ احمد عیسی عاشور رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن ہمام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لا تبلغ عدة المجتهدین الفقهاء من الصحابة اکثر من عشرین کالخلفاء والعبادله[3]

عالم عرب کے معروف محدث اور عالم حضرت علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہائے صحابہ سے تابعین سے اور بعد کے حضرات سے

(1) السیر الحاث الی علم الطلاق الثلاث ص ۲۱ ص ۲۲۔
(2) شرح الزرقانی علی الموطا ج۳ ص ۲۵۳۔
(3) الفقه المیسر ج۲ ص ۱۷۶۔

بہت احادیث منقول ہیں جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ہزار کسی نے سو کسی نے ننادے کسی نے آٹھ کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں وغیرہ وغیرہ یہ روایات مؤطا امام مالک مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہیں یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ تین طلاق بلفظ واحد تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔"(1)

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جمہور صحابہ وغیرہم کا تین طلاق کے بارے میں کیا مذہب تھا مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ غیر مقلد علماء مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کو صرف تیرہ افراد نے قبول کیا تھا اور وہ بھی وہ لوگ تھے جن کو آپ نے گورنر بنایا تھا جبکہ باقی صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ تھے کیونکہ یہ ایک سرکاری آرڈیننس تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت کے بجائے مصلحت کو ترجیح دی تھی۔ بھارت کے ایک غیر مقلد کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی غیر مہذب زبان دیکھئے:

"جہاں تک حضرت عمر کے اختیار کردہ طریق کار کا تعلق ہے تو انہوں نے بطور تعزیز ایک آرڈی ننس جاری کر کے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے تین طلاق اپنی بیوی کو بیک وقت دی تو تین طلاق کا اطلاق ہو جائے گا خلیفہ ثانی (حضرت عمر) نے نص شرعی پر مصلحت شرعی کو ترجیح دی تھی ویسے حضرت عمر کے اس طریق کار کو اس وقت کے عام مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا صرف تیرہ افراد نے اس کو تسلیم کیا تھا اور وہ سبھی خلیفہ وقت کے گورنر تھے۔"(2)

جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے جن تیرہ صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کو تسلیم کیا تھا انہوں نے بھی یہ سمجھ کر نہیں تسلیم کیا کہ یہ قرآن وحدیث سے

---

(1) الاشفاق علی احکام الطلاق ص ۵۶۳۔

(2) روزنامہ اخبار مشرق کلکتہ ۱۶ ستمبر ۱۹۹۳ء بحوالہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند نومبر ۱۹۹۳ء۔

ماخوذ ہے بلکہ انہوں نے صرف اپنی گورنری بچانے کے لئے حضرت عمر کی بات مانی ورنہ تو سارے مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے مگر افسوس کہ ان کی مخالفت کا ذکر ائمہ اربعہ کے مقلدین علماء نے تاریخ کے صفحات سے غائب کر دیا ہے ورنہ ہم ایک ایک کا نام لے لے کر بتلاتے کہ حضرت عمرؓ کے مخالف کیمپ میں کتنے لوگ کھڑے تھے۔ (العیاذ باللہ)

برطانیہ میں سعودی عرب کے سابق مبعوث اور فرقہ غیر مقلدین کے سابق برطانوی سربراہ مولانا صہیب حسن نے روزنامہ جنگ لندن میں کھل کر حضرت عمر فاروق کے فیصلوں کو سیاست اور حالات کے تابع گردانا اور حضرت عبداللہ ابن عباس کو درباری مولویوں کی صف میں لاکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہم خیال بتلایا ہے۔ مولانا صہیب حسن صاحب نے لکھا:

"حضرت عمر چونکہ حاکم وقت تھے اس لئے اس زمانہ میں کئی صحابہ بشمول ابن عباس حضرت عمر کے فرمان کے مطابق فتوے دیتے رہے۔"(1)

اسکا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس ایک درباری مولوی تھے کہ حضرت عمر کے دربار سے ایک فرمان جاری ہوا اور باوجودیکہ حضرت ابن عباس جانتے تھے کہ یہ فرمان قرآن و حدیث کی رو سے سراسر غلط ہے پھر بھی درباری حکم کے سامنے سر جھکا دیا اور آپ غلط فتوے دیتے رہے۔ صحابہ عظام پر اتنا بڑا الزام دیتے غیر مقلدوں کو ذرا بھی خوف خدا نہیں آتا۔

دار العلوم دیوبند کے استاد حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی قاسمی مدظلہ نے بھارتی غیر مقلد عالم کے اس بیان کو صحابہ کرام کی کردار کشی کہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"پوری علمی ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ موصوف کا یہ دعوی یکسر غلط اور حضرات صحابہ کی کردار کشی پر مبنی ہے حضرت عثمان حضرت علی

---

(1) روزنامہ جنگ ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء۔

حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ام سلمہ حضرت حسن بن علی مرتضی رضی اللہ عنہم وغیر ہم کے جو آثار وفتاوی کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہیں وہ سب کے سب حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ کے مطابق وموافق ہیں کیا یہ سب حضرات خلیفہ وقت کے گورنر تھے؟

موصوف غیر مقلد اپنی اس مبنی بر افتراء بات سے عام لوگوں میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان تیرہ حضرات نے محض اپنی منصب گورنری کی رعایت میں خلیفہ وقت کے فیصلہ کو مان لیا تھا خدائے علام الغیوب تو صحابہ کے باری میں فرماتا ہے کہ وہ اظہار حق میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اورر ہمارا آج کا محقق یہ انکشاف کر رہا ہے کہ اپنی گورنری کی رعایت میں ان تیرہ حضرات نے فاروق اعظم کے فیصلہ کو خلاف حق سمجھتے ہوئے بھی مان لیا تھا گویا موصوف حضرات صحابہ کو اپنے اور اپنے عہد کے دنیادار منصب داروں کی صف میں شامل کرنا چاہتے ہیں جنہیں اپنے عہدوں کے مقابلے میں حق وناحق کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ جس کے دل میں اصحاب رسول کا ادنی درجے کا بھی احترام ہوگا اس کے زبان وقلم سے ان کے بارے میں ایسی نازیبا بات نہیں نکل سکتی اس طرح کے جھوٹے اور من گھڑت الزام تو حضرات صحابہ پر روافض ہی عائد کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایک غلط بات کو صحیح باور کرانے کے لئے اہل حدیث اور اہل سنت ہونے کے مدعی بھی ایسی غلط بات کہنے لگے ہیں۔۔ فالی اللہ المشتکی

صحیح اور سچی بات تو یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تمام صحابہ نے حضرت فاروق اعظم کے فیصلہ کو دیانتا قبول کیا تھا اور وہ اپنے فیصلے پر وہ تادم حیات قائم رہے اس کے خلاف صحیح سند کے ساتھ کسی ایک صحابی کا قول وعمل پیش نہیں کیا

جاسکتا اس لئے جمہور علماء امت کا یہ دعوی کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر عہد فاروقی میں حضرات صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے ہر تردد اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔"(1)

سعودی عرب کی مجلس کبار علماء نے بھی حضرت ابن عباس کے روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اگر ابن عباس کے حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو قرون اولی میں صحابہ کرام کے صلاح وتقوی علم واستقامت اور غایت اتباع کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک جانتے ہوئے حضرت عمر کا قول قبول کر لیا ہوگا اس کے باوجود کسی سے بہ سند صحیح یہ ثابت نہیں کہ اس نے حدیث ابن عباس کے مطابق فتوی دیا ہو۔"(2)

ہماری غیر مقلد علماء سے درخواست ہے کہ وہ اگر تین طلاقوں کو ایک سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں اگر انہیں اجماع امت کے بجائے حافظ ابن تیمیہ حافظ ابن قیم علامہ شوکانی کی تقلید پسند ہے تو وہ کرتے رہیں لیکن خدارا شیعہ علماء کی طرح حضرت عمر فاروق پر یہ گھٹیا الزام تو نہ لگائیں کہ انہوں نے شریعت کا حکم بدل دیا تھا اور صحابہ نے اس خوف سے کہ کہیں وہ فاروقی گرفت میں نہ آجائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کو بادل نخواستہ مان لیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ کے واسطے! اتنا تو سوچئے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جرم کر ہی لیا تھا تو امت محمدیہ کے چودہ سو سالوں کے علماء فقہاء محدثین اور مفسرین پر بھی کیا یہ خوف طاری تھا کہ اگر ہم حضرت عمر فاروق کا یہ سیاسی حکم نہ مانیں تو ہماری بھی گرفت ہو جائے گی؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ امت محمدیہ کے یہ جبال العلم اور ائمہ اسلاف یہ جاننے کے باوجود کہ

---

(1) مجموعہ مقالات ج۳ ج۳ ص ۵۰۲۔

(2) ترجمہ اردو ص ۱۹۔

حضرت عمر فاروق کا حکم وقتی اور سیاسی یا بطور مصلحت کے تھا اور شریعت سے متصادم تھا پھر بھی وہ سب کے سب اسی حکم کے تابع رہے اور انہیں اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس سے اختلاف کر کے وہی بات کہتے جو آج کل کے غیر مقلد علماء کہہ رہے ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق سعودی عرب کا سرکاری فیصلہ:

غیر مقلد علماء سعودی عرب کے علماء کو تو قرآن وحدیث کا داعی اور پیروکار کہتے ہیں اور لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے سوا کوئی بات نہیں کرتے نہ کسی چھوٹے بڑے کی بات قبول کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے سوا ہر قول کو دیوار پر دے مارو۔ تو انہیں کیا ہو گیا کہ وہ بقول غیر مقلد علماء صحیح احادیث کو چھوڑ چھاڑ کر تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کے بارے میں اس مذہب کے پیروکار ہو گئے جو امت محمدیہ کے جمہور علماء کا رہا ہے۔ کیا سعودی عرب کے علماء کی اکثریت کو صحیح مسلم کی روایت اور حضرت رکانہ کا وہ واقعہ بھی سمجھ نہیں آیا جو ایک غیر مقلد مولوی کو خوب سمجھ آگیا اور اس طرح سمجھ آیا کہ وہ حضرت عمر فاروق پر بھی چڑھ دوڑا ہے۔ خود سوچیں کہ سعودی عرب کے علماء کو کس نے مجبور کیا کہ وہ اپنی عدالتوں میں تین طلاقوں کے تین ہونے کا ہی فیصلہ کریں اور اس کے سوا کسی کی بات نہ مانیں۔

سعودی عرب کے علماء امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا طلاق ثلاثہ کے بارے میں وہی مذہب وموقف ہے جو جمہور امت کا ہے چونکہ علماء سعودیہ امام احمد کے مقلد ہیں اس لئے وہاں کی عدالتوں میں مسئلہ طلاق میں حنبلی مذہب کے مطابق ہی فتوی دیا جاتا ہے آج سے تقریبا پچاس سال قبل جب وہاں کے بعض نام نہاد سلفیوں اور بزعم خود عامل بالحدیث لوگوں نے تین طلاق کے ایک ہونے کی بحث چھیڑی تو ربیع الثانی (۱۳۹۳ھ) میں مجلس ہیئت کبار العلماء میں طلقات ثلاث بلفظ واحد کا مسئلہ پیش ہوا جس میں علماء نے اس موضوع پر گفتگو کی اور ہر ایک نے کھل کر اس بحث میں حصہ لیا یہ بحث تقریبا چھ ماہ (۱۹

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک مجلس میں چلتی رہی۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلہ سے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر و حدیث کی ۴۷ کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں فیصلہ دیا کہ ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی الا یہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دے دے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے اور اس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ ناجائز اور حرام ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہو جاتی ہیں یہ قانون حضرت عمر فاروق کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہل سنت کا متفقہ مسلک و موقف چلا آرہا ہے۔

اس سیر حاصل بحث کی کاروائی کا مکمل متن ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کو کمیٹی کی ذیلی شاخ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء نے تفصیلی رپورٹ کی شکل میں مرتب کر کے کمیٹی کے مرکزی بورڈ کے سامنے پیش کیا اس تفصیلی رپورٹ کے اخیر میں ذیلی شاخ اللجنۃ کے رئیس ابراہیم بن محمد آل الشیخ کے علاوہ نائب الرئیس عبد الرزاق عفیفی نیز دیگر دو ارکان عبد اللہ بن سلیمان بن منیع اور عبد اللہ بن عبد الرحمن بن غدیان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

اسکے بعد ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ کو کمیٹی کے مرکزی بورڈ نے اسی تفصیلی رپورٹ کی روشنی میں قرار داد پاس کی جس کے متن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے

طلقات ثلثة بلفظ واحد کے موضوع پر وہ سابقہ بحث جو ہیئۃ کبار العلماء کی منتخب و نامزد کمیٹی نے پیش کی ہے اور جس کو اللجنة الدائمة للبحوث العلميه والافتاء نے مدون و مرتب کیا ہے ہم نے اس پر اطلاع پائی ہے اس مسئلے پر کامل بحث و تحقیق و تبادلہ خیالات اور جملہ اقوال و مسالک کی چھان بین اور مناقشہ و تجزیہ کے بعد ارکان کمیٹی کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لفظ واحد سے طلقات ثلاث ۔

میں تینوں طلاقوں کے وقوع ونفاذ کا قول اختیار کیا جائے (۱۲۔۱۱۔۱۳۹۳ھ)

وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً۔

پھر یہ پوری بحث وکاروائی مع قرارداد حکومت سعودیہ نے اپنے رسالہ مجلة البحوث الاسلامیہ (۱۳۹۷ھ) الریاض المملكة العربية السعودية میں شائع کی ہے۔ یہ مجلہ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز کی نگرانی میں شائع ہوا تھا (مجموعہ مقالات ج۴ص ۳۴۰)

(نوٹ) جو حضرات اس مجلس کی پوری بحث اور کاروائی مع قرارداد کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کی احسن الفتاوی کی ج ۵ ملاحظہ کریں۔

سعودی عرب کے علماء شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کے بہت معتقد ہیں لیکن انہوں نے اس مسئلہ میں بھی ان کی تقلید اور ان کی تحقیق کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کو اس مسئلہ میں غلط فہمی ہوئی ہے اور ان کا یہ موقف ومذہب قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں غلط ہے بلکہ جمہور علماء کے دلائل کی قوت دیکھتے ہوئے علماء سعودیہ کے مرشد شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۶ھ) کو بھی فروعات میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔[1]

☆... تین طلاقوں کو ایک بتلانا کب شروع ہوا؟:

ہم اوپر تفصیل کے ساتھ یہ بتلا آئے ہیں کہ ایک مجلس میں ایک کلمہ سے تین

(1) دیکھئے مؤلفات الشیخ محمد بن عبدالوہاب ج٦ص ١٠٧۔

طلاقوں کو تین قرار دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے اور پھر صحابہ کرام کے دور میں اس بات پر اجماع بھی ہو چکا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق کب کہا گیا؟ اور کیا علمائے امت نے اس مسئلہ کو اختلافی قرار دے کر اس دوسرے موقف کو بھی تسلیم کیا ہے؟

جواباً گذارش ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق کہنے کی آواز ساتویں صدی میں ابھری اور سوائے ان کے اپنے ایک شاگرد کے اور کسی نے بھی اس آواز پر توجہ دی نہ اس کو کوئی اہمیت دی پھر یہ آواز تفرد کے نام پر کتابوں میں رہ گئی۔ بعد کے علماء اور محدثین نے بھی کبھی اس کو قبول نہیں کیا اور اسے ان کے شذوذ اور تفردات میں داخل کر دیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس سوال کا جواب معروف اہلحدیث عالم مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی مرحوم سے لیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے فتوی کا تعاقب کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

> ”محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے یہ سخت مغالطہ ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ وتابعین ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان ودونہ خرط القتاد......جب مسلم کی ابن عباس کی حدیث مذکورہ اجماع کے خلاف ہوئی تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول سے بھی اس پر عمل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ فتاوی ابن تیمیہ (ج ۲ ص ۳۵۹) میں ہے۔
>
> وَالْخَبَرُ الْوَاحِدُ إِذَا خَالَفَ الْمَشْهُورَ الْمُسْتَفِيضَ كَانَ شَاذًّا، وَقَدْ يَكُونُ مَنْسُوخًا، ...[1]

---

(1) الفتاوی الکبری ج ۲ ص ۴۸۔

مسلم کی یہ حدیث امام حازمی وتفسیر ابن جریر وابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہر کتاب وسنت واجماع صحابہ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا حجت نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم (مولانا ثناء اللہ امرتسری) نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ تابعین وتبع تابعین وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ مسلک سات سو سال کے بعد کا ہے یہ فتوی شیخ الاسلام (حافظ ابن تیمیہ) نے ساتویں صدی کے آخر یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا تو اس وقت کے علماء اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی (غیر مقلد عالم) نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتوی دیا تو بہت شور ہوا شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھا (اتحاف ص ۳۱۸) اور سبل السلام شرح بلوغ المرام (ج ۲ ص ۹۸) اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خانصاحب ص ۲۸۶ میں ہے کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف تھے... یہ فتوی یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں جود میں آیا ہے۔[1]

شیعہ علماء چوتھی صدی سے اہل سنت کے اس اجماعی مسئلہ کے مخالف ہوئے جبکہ اہل سنت علماء میں اس مسئلہ پر آواز آٹھویں صدی کے شروع میں اٹھی مگر اسے امت کے علماء نے قبول نہیں کیا اور پھر چودھویں صدی تک سوائے ایک دو کے یہ

---

(1) فتاوی ثنائیہ ج ۲ ص ۴۶۔

آواز کہیں نظر نہیں آتی یہاں تک کہ ہندوستان میں انگریزی اقتدار شروع ہوا اور پھر ایک جدید فرقہ نے گروہی طور پر اس مسئلہ کو ہوا دی اور مسلمانوں میں جو بات اجماعا چلی آرہی تھی اس کو اختلافی بنا کر امت میں نہ صرف انتشار پیدا کر دیا گیا بلکہ صحابہ کرام کی عزت اور دیانت بھی مجروح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ فالی اللہ المشتکی،

☆...کیا حلالہ شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے؟:

برطانیہ کے غیر مقلد علماء نے صرف مسئلہ طلاق کو اپنی گفتگو کا موضوع نہیں بنایا انہوں نے حلالہ پر بھی خامہ فرسائی کرتے ہوئے اسے شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بتلایا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حلالہ بڑا شرمناک مسئلہ ہے۔ آیئے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا بھی جائزہ لیتے چلیں۔

حلالہ کا لفظ حلال سے ہے حلال وحرام کے الفاظ کسے معلوم نہیں؟ جب عورت کو تین طلاق دے دی جائے تو وہ عورت شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ حلالہ کی منزل سے نہ گزر جائے۔ یہ بات قرآن کریم میں اس طرح کہی گئی ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِن ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝٢٣٠﴾ [1]

ترجمہ: ”پس اگر طلاق دی اس کو۔ پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اسی کے۔ یہاں تک کہ نکاح کرے اور مرد سے۔ پس اگر طلاق دے اس کو پس گناہ نہیں اوپر ان دونوں کے یہ کہ پھر آویں آپس میں اگر جانیں یہ کہ قائم رکھیں گے حدیں اللہ کی اور یہ حدیں ہیں اللہ کی۔ بیان کرتا ہے ان کو واسطے اس قوم

(1) پارہ: ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰۔

کے کہ جانتی ہے۔"

غیر مقلد علماء اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ حلالہ کب لازم آتا ہے اور کب نہیں؟ اس کا انہیں پورا حق حاصل تھا لیکن جب یہ لوگ اس قرآنی شرط پر جس طرح استہزاء کرتے اور اس پر نفرت ابھارتے ہیں تو پھر لوگ کہتے ہیں کہ کیا ایسا کرنا خود قرآن کریم سے استہزاء تو نہیں؟ حلالہ کی رسم اگر کہیں غلط طریقے سے جاری ہے اور لوگ اس کا غلط فائدہ اٹھارہے ہیں تو اس غلط طریق کو بدلنا چاہئے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے نہ کہ لفظ حلالہ کو استہزاء کا نشانہ بنانا چاہئے یہ شریعت کا وہ حکم ہے جس کے بغیر تین طلاقوں والی عورت اپنے پہلے خاوند کی طرف کسی صورت نہیں جاسکتی۔ روزنامہ آواز کی ۶ جون ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں غیر مقلد علماء کا حلالہ کے بارے میں یہ ریمارک دیکھئے:

"حلالہ کی جو موجودہ رسم ہے وہ شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔"

غیر مقلد علماء کو کسی جگہ پر اگر حلالہ کے موجودہ طریق پر اعتراض تھا تو وہ اس پر عمل کرنے والوں کو بے شک برا کہتے اور انہیں روکتے لیکن ان کا شریعت پر اس طرح برسنا یہ طریقہ ہرگز اہل علم کا نہیں ہے یہ وہی لہجہ ہے جو ہندو نکاح بیوگان کے بارے میں اپناتے ہیں اور اسے طنز و مذاق کا نشانہ بناتے ہیں بیوہ کا دوسرا نکاح کرنا ہرگز کوئی عیب نہیں ہے تو مطلقہ کا نکاح ثانی کیوں معیوب سمجھا جائے۔

پہلے یہ معلوم کرلیں کہ حلالہ کا مطلب کیا ہے اور اس سے شریعت میں کسی چیز کا حرام کرنا مطلوب ہے یا حلال کرنا؟

ایک شخص نے اپنی بیوی کو (متفرق یا بیک وقت) تین طلاقیں دے دیں تو وہ اپنی عدت پورے کرکے آزاد ہو جائے گی اب اس عورت کا اپنے اس شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس دوران وہ عورت کسی اور سے شادی کرتی ہے اور وہاں بھی اس کا نباہ نہیں ہو پاتا اور اسے طلاق دے دی جاتی ہے یا اس کا دوسرا شوہر فوت ہو جاتا ہے پھر وہ

عورت اپنی عدت پوری کر کے اگر پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ زندگی گزارنا چاہتی ہے تو شریعت کے نزدیک اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرے اور زندگی گزارے۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی اور اس کا نکاح شرعا درست ہوگا یہ جو درمیانی نکاح تھا اسی کا نام حلالہ ہے کہ اس سے اب وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگئی اور پچھلی کوئی حرمت باقی نہ رہی یہ حلالہ کسی کے بھی نزدیک غیر شرعی نہیں ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اگر زوج اپنی عورت کو تیسری بار طلاق دے گا تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور دوسرا خاوند اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے طلاق نہ دے دے اس کی عدت پوری کر کے پھر زوج اول سے نکاح جدید ہوسکتا ہے اس کو حلالہ کہتے ہیں اور حلالہ کے بعد زوج اول کے ساتھ نکاح ہونا ہی جب ہی ہے کہ ان کو حکم خداوندی کے قائم رکھنے یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال اور اس پر اعتماد ہو ورنہ ضرور نزاع باہمی اور اتلاف حقوق کی نوبت آئے گی اور گناہ میں مبتلا ہوں گے۔"(1)

غیر مقلدین اور مقلدین کا اس میں تو اختلاف ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوگی یا تین۔ لیکن اس پر دونوں کا اتفاق ہے کہ تین طلاقوں کے بعد وہ عورت اپنے اس خاوند کے لئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور وہاں سے طلاق ملے تو عدت پوری کر کے پھر وہ اس پہلے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے دوسرے خاوند کی شرط خود قرآن کریم میں موجود ہے اس حلالہ کے دونوں فریق قائل اور قرآن وحدیث میں یہ حلالہ صریح طور پر مذکور ہے۔ مولانا ثناء اللہ

---

(1) فوائد القرآن ص ۴۶۔

امرتسری مرحوم لکھتے ہیں:

"جب کوئی عورت پہلے خاوند سے علیحدہ ہو کر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ (قرآنی الفاظ) لَا تَحِلُّ لَهُ حتی اس پر صادق آجائے تو اس کی یہ عدم علت ابدی نہیں بلکہ نکاح ثانی پر منتج اور ختم ہو جاتی ہے پھر وہ خاوند اگر طلاق دے تو عدت طلاق گزار کر پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے یہی حلالہ ہے اور یہی نکاح ثانی ہے۔"(1)

غیر مقلد حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح البتہ یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر لے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد زوج اول سے اس کا نکاح جائز ہو گا۔"(2)

جب مولانا امرتسری کے بقول حلالہ بھی نکاح ثانی ہی ہے تو کم از کم غیر مقلد علماء کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس لفظ کو تمسخر کا نشانہ بنا کر اسے شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ کہے۔

بات یہ ہے کہ شریعت نے اس معاملے میں بڑا سخت موقف اپنایا ہے اسی حلالہ سے بچنے کے لئے شوہر کو بار بار سمجھایا ہے کہ وہ طلاق دینے میں کبھی جلد بازی یا بہادری کا مظاہرہ نہ کرے۔ غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد شریعت کی ہدایات کے مطابق طلاق کا طریقہ اپنائے نہ سمجھ آئے تو علاقے کے کسی مستند عالم سے اس کا طریقہ معلوم کرے جو لوگ شریعت کی بتلائی ہوئی ہدایات کا خیال نہیں رکھتے آخر کار وہ بڑی ندامت اور نقصان اٹھاتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تو بڑے سے بڑے معاملات میں بھی طلاق کا لفظ نہیں بولے گا یہ حلالہ کا وہ خوف ہے جو اسے کبھی بھی تین

---

(1) فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۲۸۳۔

(۲) تفسیر احسن البیان ص ۴۶۔

طلاقوں پر نہیں آنے دے گا حافظ ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے درست لکھا ہے:

أَنَّ الشَّارِعَ حَرَّمَهَا عَلَيْهِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، عُقُوبَةً لَهُ، وَلَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ لِمُنَاقَضَتِهِمَا مَا قَصَدَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ عُقُوبَتِهِ؛ وَكَانَ مِنْ تَمَامِ هَذِهِ الْعُقُوبَةِ أَنَّ طُولَ مُدَّةِ تَحْرِيمِهَا عَلَيْهِ؛ فَكَانَ ذَلِكَ أَبْلَغَ فِيمَا قَصَدَهُ الشَّارِعُ مِنَ الْعُقُوبَةِ، فَإِنَّهُ إِذَا عَلِمَ أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَعْتَدَّ بِثَلَاثَةِ قُرُوءٍ، ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا آخَرُ بِنِكَاحِ رَغْبَةٍ مَقْصُودٍ لَا تَحْلِيلٍ مُوجِبٍ لِلَّعْنَةِ، وَيُفَارِقُهَا، وَتَعْتَدُّ مِنْ فِرَاقِهِ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ أُخَرَ، طَالَ عَلَيْهِ الِانْتِظَارُ، وَعِيلَ صَبْرُهُ، فَأَمْسَكَ عَنِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ، وَهَذَا وَاقِعٌ عَلَى وَفْقِ الْحِكْمَةِ وَالْمَصْلَحَةِ وَالزَّجْرِ؛ فَكَانَ التَّرَبُّصُ بِثَلَاثَةِ قُرُوءٍ فِي الرَّجْعِيَّةِ نَظَرًا لِلزَّوْجِ وَمُرَاعَاةً لِمَصْلَحَتِهِ لَمَّا لَمْ يُوقِعِ الثَّالِثَةَ الْمُحَرِّمَةَ لَهَا، وَهَا هُنَا كَانَ تَرَبُّصُهَا عُقُوبَةً لَهُ وَزَجْرًا لَمَّا أَوْقَعَ الطَّلَاقَ الْمُحَرَّمَ لِمَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَهُ، وَأُكِّدَتْ هَذِهِ الْعُقُوبَةُ بِتَحْرِيمِهَا عَلَيْهِ إِلَّا بَعْدَ زَوْجٍ وَإِصَابَةٍ وَتَرَبُّصٍ ثَانٍ.[1]

"شارع نے اس عورت کو اس مرد پر بطور عقوبت کے حرام کر دیا ہے کہ جب تک وہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے اس پہلے مرد کے لئے حلال نہ ہو سکے گی اور شارع نے اس محض تحلیل کی غرض سے نکاح کرنے والے اور جس کے لئے نکاح وہ آئندہ حلال ہو گی دونوں پر لعنت کی ہے کیونکہ یہ دونوں اس ارادہ الٰہی سے ٹکرا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس عقوبت میں ملحوظ رکھا تھا اس عقوبت کی انتہا یہ ہے کہ اس عورت کا اس مرد پر حرام ہونا طویل کر دیا جائے یہ طریق عمل قصد شارع کو پورا کرنے میں زیادہ نتیجہ خیز ہے کیونکہ جب

---

(1) اعلام الموقعین ج ۲ ص ۷۱۔

اس نے یہ بات جان لی کہ اب وہ اس کے لئے حلال نہ ہو گی جب تک کہ تین ماہ
کی عدت پوری کرے اور پھر اس سے کوئی اور شخص نکاح نہ کرے (یعنی) جس
کا قصد نکاح کا ہو فقط تحلیل کا نہ ہو جس پر لعنت مرتب ہوئی ہے پھر وہ کہیں اس
کو طلاق دے اور پھر وہ اس پر تین ماہ عدت گزارے گی تو اس مرد کو اس لمبے
دور انتظار سے گزرنا پڑے گا اور وہ صبر کا متحمل نہ ہو سکے گا اور اس طرح وہ اس
کو تین طلاق دینے سے رکا رہے گا۔"

ہم یہاں اس بات پر بھی توجہ دلانا چاہیں گے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر طلاق دینے والا آخر کار اسی عورت سے (جو نکاح ثانی کے بعد اس کے حلال ہو گئی ہے) نکاح کرتا ہے یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ اس عورت کا اپنے دوسرے شوہر سے بھی نباہ نہ ہو سکا اور آخر کار وہاں بھی طلاق کی نوبت آگئی۔ سو شریعت نے بتلایا کہ اگر وہ عورت دوسرے شوہر سے طلاق پانے اور عدت گزارنے کے بعد برضا و رغبت اپنے شوہر کی طرف جانا چاہے اور پہلا شوہر بھی اسے قبول کرنے پر راضی ہو تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے کوئی گناہ نہیں اور نہ یہ کوئی شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ شریعت نے کب کہا کہ ایسا ہونے کی صورت تم ضرور بالضرور اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرو۔ تاہم یاد رہے کہ جو لوگ ارادۃ تحلیل کے لئے نکاح کرتے ہیں اور کچھ عرصہ گزار کر طلاق دے دی جاتی ہے تو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے اللہ اور اس کے رسول نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے گو کہ اس سے وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

شریعت نے پہلے شوہر کے لئے اس عورت کے حلال ہونے میں جو شرط رکھی ہے
اسے ملاحظہ کیجئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ،
فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى

يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الأَوَّلُ»[1]

"ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اس کی بیوی نے دوسری شادی کرلی پھر دوسرے شوہر نے (صحبت سے قبل) اسے طلاق دے دی آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہاں تک کہ وہ (دوسرا شوہر) اس سے لذت پذیر ہو جیسا کہ پہلا شوہر لذت پذیر ہوا تھا۔"

اس سے پتہ چلا کہ حلالہ میں حق زوجیت (صحبت) کرنے کی شرط رکھی گئی ہے محض نکاح کرنے اور پھر طلاق دینے سے وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی تمام صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر اتفاق ہے۔[2] شریعت میں حلالہ کسے کہتے ہیں اور اس کے لئے کیا شرطیں رکھی گئیں ہیں۔ مسئلہ حلالہ کے بارے میں جو خرابیاں موجود ہیں ان خرابیوں کو واضح کرکے اس کی مذمت کرنی چاہئے اور لوگوں کو بتلانا چاہئے کہ اس طرح کے کام نہ کریں جن پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے لیکن خود نفس حلالہ کے ساتھ استہزا اور اسکے خلاف نفرت کا اظہار کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ یہ بات قرآن میں بتلائی گئی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ غیر مقلدوں کے مایہ ناز حکیم جناب صادق سیالکوٹی صاحب نے اس کا سارا بوجھ قرآن کے بجائے مفتیوں پر ڈال دیا کہ وہ اس کو جائز کہتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں فان طلقها بعد وطيها حلت للاول (ہدایہ) پھر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لئے حلال

---

(1) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳ سنن کبری ج ۳ ص ۳۵۳ للنسائی۔
(2) دیکھئے شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۶۳۔

ہو جائے گی۔"(1)

حکیم صاحب سے پوچھا جانا چاہئے کہ کیا اس شرط کے پورا ہونے پر وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی؟ اگر حکیم صاحب کے نزدیک وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوئی تو پھر قرآنی حکم: لا تحل لہ من بعدہ حتی تنکح زوجا غیرہ کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ حلال ہو جائے گی اور حکیم فرماتے ہیں کہ نہیں یہ بات صرف مفتی کہہ رہے ہیں اور یہ اسلام کے خلاف ہے تو آپ ہی بتلائیں کہ کیا حکیم صاحب غلط بیانی نہیں کر رہے ہیں؟

ہاں جو لوگ با قاعدہ منصوبہ کے تحت ایسا کام کرتے ہیں وہ قابل مذمت لوگ ہیں اور خدا اور اسکے رسول کی نظر میں وہ ملعون ہیں لیکن ایسے لوگوں کی کالک کو شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ کہنا اور پھر عوامی مجلسوں میں اس پر استہزائی انداز اپنانا کونسی حدیث اور اہلحدیث کی خدمت ہے؟ کچھ تو سوچیں۔

حاصل کلام یہ کہ گھریلو اختلافات کو کبھی اس نہج تک نہ لے جائیں کہ طلاق کا لفظ زبان سے نکلے اور اگر کبھی اس کے بغیر چارہ نہ رہے تو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے اختیار کرے تاکہ بعد میں ندامت اور افسوس نہ ہو اور اگر کسی نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور بیوی جدا ہو جائے گی۔ یہ مذہب و موقف قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اس پر جمہور صحابہ بشمول حضرت عبد اللہ بن عباس اور اجلہ تابعین رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے اور یہی فیصلہ امت کے جمہور علماء کا ہے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔

شارح صحیح بخاری محدث العصر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان پر ہم

(1) سبیل الرسول ص ۲۱۴۔

اپنی بات ختم کرتے ہیں:

فَالْمُخَالِفُ بَعْدَ هَذَا الْإِجْمَاعِ مُنَابِذٌ لَهُ وَالْجُمْهُورُ عَلَى عَدَمِ اعْتِبَارِ مَنْ أَحْدَثَ الِاخْتِلَافَ بَعْدَ الِاتِّفَاقِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ(۱)

"پس اجماع کے بعد جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ درحقیقت اس اجماع کو پس پشت ڈالتا ہے اور جمہور اس بات پر ہیں کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف کھڑا کیا جائے وہ لائق اعتبار نہیں۔"

وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآبُ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ وَأَحْكَمُ فِيْ كُلِّ بَابٍ

وَمَاعَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

---

(1) فتح الباری ج۹ ص ۳۶۵۔

بھی چھیڑ دیا تاکہ اس میں مزید جذباتیت پیدا کی جائے اور تین طلاقوں کے تین ہونے کے قائلین اور ان کے موقف کو نفرت کا نشانہ بنایا جاسکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کے بڑے شرمناک اور خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم وہدایت یہی ہے کہ طلاق کے معاملے میں کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا جائے خوب سوچ بچار اور اہل علم وفضل سے مشورہ کے بعد یہ قدم اٹھایا جائے یہ اہل علم ہی ہیں جو تمہیں بتلائیں گے کہ اگر تم نے انتہائی قدم اٹھانا بھی ہے تو شریعت نے اس کا کیا طریقہ کار بتلایا ہے؟ جو شخص اس طریقہ کار کے مطابق قدم اٹھاتا ہے تو وہ ہمیشہ کی ندامت سے بچ جاتا ہے اور جاتے جاتے اس کا اجڑا گھر کبھی واپس دوبارہ بھی بس جایا کرتا ہے۔ سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ النَّاسَ أَصَابُوا حَدَّ الطَّلَاقِ مَا نَدِمَ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ[1]

اگر لوگ طلاق کے متعلق (ان) پابندیوں پر قائم رہیں (جو شریعت نے مقرر کی ہیں) تو کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر ندامت نہیں اٹھائے گا۔

لیکن اگر کوئی شخص شریعت کی ان ہدایات اور تعلیمات کا خیال ولحاظ نہیں رکھتا اور ایسا انتہائی قدم اٹھالیتا ہے کہ اس کے بعد وہ اپنے اوپر سارے دروازے بند کر دیتا ہے تو پھر شریعت بھی اس پر اس کے گھر کے دروازے بند کر دیتی ہے۔ اب اس کے لاکھ رونے دھونے سے بھی اس کی بیوی اسے واپس نہیں مل سکتی۔ (الا یہ کہ اس کی بیوی پھر کبھی حلالہ کی منزل سے گزرے) مگر افسوس کہ کئی لوگ اس مسئلہ کو جذباتیت کا رنگ دے کر شریعت پر چڑھ دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں بیوی کا کیا قصور تھا؟ اس کے تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ اس میں اس کا نہیں اس کے غصے کا قصور تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ قدم اٹھالیا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی جذباتی

---

(1) احکام القرآن ج ۲ ص ۸۴ لابی بکر الرازی الجصاص

گفتگو اپنی جگہ کتنی ہی درست کیوں نہ ہو پر یاد رکھئے شریعت کے احکام و مسائل جذبات سے نہیں قرآن و حدیث سے طے کئے جاتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ تھا کہ جب مرد یہ انتہائی قدم اٹھالے گا تو اس کی بیوی بچوں اور اس کے خاندان پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ وہ پیغمبر خاتم ﷺ جس نے عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت فرمائی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا اور اس کی رحمت کی بہاریں اس صنف نازک پر بے شمار اتریں۔ کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ جب کوئی ایسا کرے گا تو اس کے بچوں کا کیا ہو گا؟ اس کی عزت کا کیا بنے گا؟ اس کا گھر اجڑ جائے گا؟۔ خود آنحضرت ﷺ کے سامنے ایسے واقعات آئے جس میں آپ ﷺ نے تین طلاقوں کے تین ہونے کے فیصلے فرمائے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ہوئی۔ اور یہ بات تو تقریباً ہر اس شخص کو جو نکاح کی منزل سے گزرتا ہے معلوم ہے کہ طلاق کیا ہے؟ ایک طلاق کا کیا مطلب ہے اور تین طلاقوں سے کیا ہوتا ہے؟۔ لیکن جب کسی کی زندگی میں ایسا حادثہ پیش آجاتا ہے تو کئی لوگ صاف جھوٹ بول کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو کئی جانتے بوجھتے محض اس لئے اکٹھی زندگی گزارتے ہیں کہ اس سے خاندان کی عزت پر داغ نہ لگے۔ خود راقم الحروف کے علم میں بھی بعض ایسے واقعات موجود ہیں جن میں خود مردوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ انہوں نے تین طلاقیں جو دی ہیں وہ تین ہی کی اور بیوی سے الگ ہونے کی نیت سے ہی دیں لیکن گھر والوں کی عزت کی خاطر یا چھوٹے معصوم بچوں کی وجہ سے وہ اب اکٹھے رہ رہے ہیں اور ان کا ضمیر انہیں ہر وقت شرمندہ کر رہا ہے۔ اور دورِ حاضر میں کچھ لوگ تو اتنے بے غیرت بھی ہوگئے کہ جب انہیں اہل سنت کے چاروں مکاتب فکر سے ان کے مطلب کا جواب نہ مل سکا تو وہ رافضی علماء سے اپنی مطلب کی بات نکال لائے اور قرآن و حدیث کے واضح اور صریح احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے انہیں کوئی حیاء نہیں آئی۔

اللہ تعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بارشیں برسائے حضرت الاستاذ مفکر اسلام حضرت